هفت روزہ

8
18 21

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸ ستمبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث رسول ﷺ

منها عبادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا ۔ (متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبادت

ترجمہ مغیرہ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ پیروں پر ورم چڑھ گیا اس پر لوگوں نے عرض کی آپ کے تو اگلے پچھلے معاملات سب درگزر ہو چکے، آپ کس لیے یہ مشقت اٹھاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (متفق علیہ)

شرح انبیا علیہم السلام کی نفلی عبادت کا معیار بہت بلند ہوتا ہے وہ فرائض میں امت کی خاطر تخفیف کا لحاظ رکھتے ہیں لیکن جہاں ان کا انفرادی معاملہ آیا پھر وہاں انکی شان الگ نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبد کی ترقی کا سارا راز ہی جب عبادت میں پنہاں ہو تو جتنا بڑا عبد ہو اس کی شان عبادت بھی اتنی ہی اونچی کیوں نہ ہو۔ یہاں قرآن کریم کا حکم بھی یہی تھا۔ قم الیل الا قلیلا۔ آپ کی عبادت کی ایک صورت یہ ہے کہ رات بھر مصروف عبادت رہیں اور صرف تھوڑے سے حصے میں استراحت ہو تو پھر حکم ایزدی کی تعمیل میں آپ کی جد و جہد جتنی بھی وسیع ہو سب بجا تھی۔ پھر آپ کی اتباع میں آئندہ بھی بعض ائمہ نے اس سنت کو تازہ رکھا ہے۔ اس حدیث میں یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ عبادت کی کثرت صرف اسی میں منحصر نہیں کہ گناہ موجود ہوں بلکہ بندہ کی شکر گزاری کی بڑی سے بڑی صورت یہی ہے اس لیے بخشش و کرم کا انعام جتنا زیادہ ہو عبادت کی شان بھی اتنی ہی زیادہ ہونی چاہیے۔ یہاں آپ نے دو لفظ فرمائے ہیں۔ عبد، شکور۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عبادت پہلے تو تقاضائے عبدیت ہے۔ پھر تقاضائے شکر گزاری بھی یہی ہے جب میں عبد بھی عبد شکور ٹھہرا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میری عبادت اسی کے مناسب نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے عبد سب ہی ہیں اس لیے اس نعمت کا شکر سب ہی کے ذمہ واجب ہے لیکن ایسے عبد نادر ہیں جو عبد بھی ہوں اور شکور بھی ہوں۔ وقلیل من عبادی الشکور میں کفران نعمت کا شکوہ ہے۔ یہ جماعت انبیا علیہم السلام ہی کا خاصہ ہے کہ وہ پیدائشی طور پر شکر گزار ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شکور نہیں وہ گویا عبد ہی نہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا بے شک شکر گزار بندے تھے۔

مطلب قرآں بتاتی ہیں احادیث رسول

از حکیم محمد اسماعیل شافی کرشن نگر۔ لاہور

راہ حق ہم کو دکھاتی ہیں احادیث رسولؐ
بندگی حق سکھاتی ہیں احادیث رسولؐ

کرتے ہیں تعمیل فرمان محمد مصطفےٰ
مومن کامل بناتی ہیں احادیث رسولؐ

جن سے احکام شریعت پر عمل ہوتا نہیں
شرک کی بنیاد ڈھاتی ہیں احادیث رسولؐ

باطل ان میں مل کے اپنے کو چھپا سکتا نہیں
جان و دل سے ہم کو بھاتی ہیں احادیث رسولؐ

اک فریب نفس و شیطاں ہے یہ انکار حدیث
ان کے دل میں کب سماتی ہیں احادیث رسولؐ

جو منافق ہیں یہ ان کے دل پہ بے حد شاق ہیں
معجزہ اپنا دکھاتی ہیں احادیث رسولؐ

مومنوں کو ان کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں
ورنہ دل سے شک مٹاتی ہیں احادیث رسولؐ

وائے بدبختی کہ وہ پھر بھی نہ آئیں راہ پر
مومنوں کا دل لبھاتی ہیں احادیث رسولؐ

دل میں پیدا کرکے تقویٰ اور ایمان و یقیں
منکروں کو ڈگمگاتی ہیں احادیث رسولؐ

ذکر جس حکمت کا ہے قرآں کی آیات میں
نیک و بد ان کو سجھاتی ہیں احادیث رسولؐ

یہ نہ ہوں تو کوئی کیا قرآں سمجھے گا بھلا
نار دوزخ سے بچاتی ہیں احادیث رسولؐ

یہ حقیقت ہے کہ جس کو مانتے ہیں اہل دل
ہم کو وہ حکمت سکھاتی ہیں احادیث رسولؐ

جان و دل سے کیوں نہ ہوں اہل ہوس انکے خلاف
مطلب قرآں بتاتی ہیں احادیث رسولؐ

نور ایماں کو بڑھاتی ہیں احادیث رسولؐ
نفس پر آرا چلاتی ہیں احادیث رسولؐ

نور سے معمور ہو جاتا ہے شافی دل مرا
جب زباں پر میری آتی ہیں احادیث رسولؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

ہفتہ وار

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق
۲۸ ستمبر ۱۹۶۲ء شمارہ ۱۸

پاکستان و ہندوستان

سالانہ ——— ۱۱ روپے
ششماہی ——— ۶ 〃
سہ ماہی ——— ۳ 〃
فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران
افریقہ • ملایا • ہانگ کانگ
• انگلینڈ — کیلئے
— سالانہ چندہ —
عام ڈاک سے ۱۸٫۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۴٫۰۰ 〃

امریکہ:- عام ڈاک سے ۲۴ روپے
ہوائی ڈاک سے ۸۳٫۸۰ 〃

— نوٹ —
بیرونی ممالک کے لیے چھ ماہ سے کم میعاد کے لیے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

تعزیراتِ اسلامی

بعض حلقوں اور اخبارات و رسائل میں یہ بحث موضوعِ سخن بنی ہوئی ہے کہ آیا موجودہ سوسائٹی میں شرعی سزائیں جاری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ایک فریق ایمان رکھتا ہے کہ اسلامی ضابطے، قوانین اور حدود، ہر وقت ہر حالت، ہر دور، ہر زمانے اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ممکن العمل ہیں اور ان کا نفاذ انتہائی ضروری ہے اور یہ فریق ہر حال میں اسلام کو نافذ العمل دیکھنے کا تمنائی ہے۔ دوسرا فریق عذر پیش کرتا ہے کہ جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی مخلوط رکھی گئی ہو جہاں مدرسوں میں، دفاتر میں کلبوں اور تفریح گاہوں میں خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مردوں اور بنی ٹھنی عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کا موقعہ ملتا ہو، جہاں ہر طرف بے شمار صنفی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتے کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولتیں بھی موجود ہوں، معیارِ اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ بہت معیوب نہ سمجھا جاتا ہو ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہو گا، سارق اور چور کے لیے اس فریق کا کہنا ہے کہ حدِ سرقہ صرف اس کے لیے مقرر کی گئی ہے، جس میں اسلام کے معاشی تصوّرات اور اصول و قوانین پوری طرح نافذ ہوں ...... جہاں یہ نظامِ معیشت نہ ہو وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے گو شرعِ اسلامی کا نفاذ بیا تو سرے سے ہونا ہی نہ چاہیئے اور اگر ہو تو پہلے معاشرہ کو پاک کیا جائے منزہ عن الخطاء سوسائٹی وجود میں لائی جائے اور ایک جہانِ صالحین آباد کر کے کامل اور مکمل صورت میں اسلامی قوانین کا نفاذِ عمل میں لایا جائے اور اگر بالفرضِ محال ایسا نہ ہو سکے اور اس کی توقع بھی عبث ہے تو پھر شرعی حدود ظلم کے مرادف یا دوہرا ظلم ہوں گی۔

تمام دلائل و براہینِ شرعیہ سے قطع نظر دوسرے فریق کا شرعی حدود و قوانین کے بارے میں لفظ ظلم یا دوہرا ظلم کا استعمال بجائے خود دین و شریعت اور معاشرے پر سرتا سر ظلم ہے — یہ الفاظ زبان پر لانے والے احباب ذرا خود ہی ٹھنڈے دل سے سوچیں اور غور فرمائیں کہ آیا ان سے اہانتِ دین و تنقیصِ شرعِ متین کی بو تو نہیں آتی؟ اور اس کی زد کہاں کہاں اور کس کس پر پڑتی ہے؟ اور خواہ کہنے والے کی نیّت کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کے پاس ظلم کے علاوہ کوئی اور مناسب الفاظ نہ تھے جو استعمال کیے جاتے۔ پھر عقل و خرد بھی اس عذر کی موافقت سے دلائل و براہین کی روشنی میں قطعی طور پر گریز کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ سزائیں اور حدود معاشرے کے لیے بمنزلہ علاج کے ہوتی ہیں اور جرائم معاشرہ کے جسم پر رستے ہوئے ناسور یا خوفناک بیماریوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قاعدہ کلیّہ ہے کہ بیمار ہونے کی صورت میں ہر ذی شعور مریض کامیاب ترین معالج اور اعلیٰ ترین حکیم کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے مجرب المجرب اور تیر بہدف نسخہ کا خواستگار ہوتا ہے تاکہ جلد از جلد صحت یاب ہو کر اپنے مقاصدِ حیات کی انجام دہی میں مصروف ہو جائے اور یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ایک شخص اسی وقت علاج کا زیادہ طالب ہوتا ہے کہ جب وہ کسی مرض میں مبتلا ہو اور مرض حد سے تجاوز کر گیا ہو، ایسا کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اور یہ قانونِ فطرت اور عقلمندی کے بھی خلاف ہے کہ کوئی شخص مریض ہو اور کہے کہ میں علاج اس وقت کراؤں گا جب بیماری سے کلّی طور پر شفایاب ہو جاؤں۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو عقل کا فیصلہ اس کے بارے میں یہی ہو گا کہ وہ جنت الحمقاء میں بستا ہے کیونکہ علاج کی تو غایت ہی یہی ہے کہ مریض کو شفائے کامل نصیب ہو چنانچہ علاج کو صحت پر موقوف کر دینا در حقیقت غفلت کی انتہا اور اپنے آپ پر ظلم کے مرادف نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی حال شرعی سزاؤں کا ہے۔ انھیں معاشرے کی اصلاح پر موقوف کرنا کہ جو خود گردوپیش میں پھیلی ہوئی معاشرتی برائیوں اور معاصی کا علاج ہیں کونسی عقلمندی ہے؟ اس سے کیا مفید نتائج مرتب ہو سکتے ہیں؟ اور کیوں کر معاشرہ ان سے نجات پا سکتا ہے؟ اگر موجودہ معاشرہ پر نظر ڈالی جائے اور گردوپیش کا جائزہ لیا جائے تو صاف دکھائی دے گا کہ ماحول میں بکھرے ہوئے معاصی، معاشرتی خرابیاں اور ان کے گھناؤنے اثرات و عواقب جنھیں مغربی تہذیب و تمدن اور ثقافتِ عصرِ حاضر نے جنم دیا ہے ان کا اصل سبب قوانینِ شریعت اور شرعی حدود کا عدمِ نفوذ ہی ہے

بقیہ تعزیرات

پھر کیونکر ممکن ہے کہ معاشرے کی اصلاح، شرعی قوانین کے نفاذ کے بغیر ہو سکے گی؟ کیا خداوند لایزال سے بڑھ کر کوئی اور حکیم قادر و توانا بھی ہے کہ جس کا نسخہ آزمایا جائے اور شریعتِ مطہرہ سے بہتر کوئی اور علاج بھی ہے جس معاشرتی برائیوں کا علاج کیا جا سکے؟



وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

ترجمہ:۔ اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرح چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

خطبہ یوم الجمعہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ
۲۱ ستمبر ۱۹۶۲ء

یہ امت رسومات میں کھوگئی

جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

خالقِ کائنات نے نوعِ انسانی کو مدنی الطبع بنایا ہے اور اسے صفحۂ ہستی پر زندگی کے لمحات بسر کرنے کے لئے اپنے گردوپیش کے انسانی افراد سے اطوار و طریق سیکھنا پڑتے ہیں لیکن حیوانات کو خدائے علیم و حکیم القائے طبعی سے نوازتے ہیں اور وہ اس الہام طبعی سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے ضروریات زندگی سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں ۔ انسان بھی ابتدائی زندگی یعنی بچپن میں اگرچہ شیرمادر کے حصول اور اس کے طلب کرنے میں القائے طبعی سے نوازا جاتا ہے مگر جب بڑا ہوتا ہے تو مادی اور روحانی دونوں ضروریات کے حاصل کرنے کے لئے اسے کسی ایسے راہنما اور قائد کی ضرورت پیش آتی ہے کہ جس سے وہ روحانی اور مادی ہر دو ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کے گر سیکھے اور اسے ثمرۂ دنیا و آخرت میسر آئے۔

مادی تعلیم کے استاد کے لئے صرف اس قدر ضروری ہے کہ وہ اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو لیکن روحانی استاد کے لئے لازم ہے کہ وہ روحانیات میں مہارت تامہ کے باوصف یقین و ایمان کے اعلےٰ مقام پر فائز ہو اور اس کی زندگی کا ہر گوشہ دوسرے لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور مشعل راہ بن سکے چنانچہ اللہ رب العزت نے اس مقصد کی تکمیل کی خاطر انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو مبعوث فرمایا کہ وہی مخلوقِ خدا میں سب سے برتر، اعلےٰ اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں ۔ اور اس سلسلے کی آخری کڑی سید المرسلؐ ہادیٔ کل، خاتم الرسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے ۔ اور جن کی فرمانبرداری اور اتباع اب ساری کائنات کے لئے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح کا باعث، نجات کا ذریعہ اور جنت کی ضمانت ہے اور آپ کے وضع کردہ قوانین ہی مخلوقِ خداوندی کے لئے سامانِ ہدایت اور دارین میں علوِّ مراتب و درجات کا سبب ہیں اور انہیں عمل پیرا ہونے سے کائناتِ انسانی کی مشکلات کا حل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی لئے آیتِ مذکورہ میں آپ کی مخالفت پر سخت وعید کی نشان دہی کی گئی ہے اور چونکہ آپ کے بعد کسی اور نبی کو جنم نہ لینا تھا آپ کی تیار کردہ جماعت مومنین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی نمونۂ ہدایت قرار دیا گیا اور ان کی راہ سے گریز اور روگردانی کو بھی مستوجبِ سزا اور دخول فی النار کا سبب گردانا گیا ہے۔

لہٰذا

خیر اسی میں ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں جینے، مرنے بیاہ شادی، معاملات و معاشرت، سیاسیات و اقتصادیات غرضیکہ ہر گوشۂ زندگی میں آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں۔ اور ہر اس رسم و رواج کو ترک کر دیں جس کی راہنمائی کا سہرا غیروں کے سر پر بندھا ہوا ہے۔ سیاسی لحاظ سے بھی دنیا میں وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جن کا اپنا تمدن اپنی تہذیب اور اپنا مستقل کلچر موجود ہوتا ہے

تاریخ شاہد ہے کہ قومیں جوں جوں غیروں کے رسوم و رواج کو اپناتی رہیں ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹتا گیا اور وہ غیر قوموں میں مدغم ہوتی چلی گئیں۔ اسی لئے آقائے نامدار احمد مجتبےٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کے شیرازے کو مجتمع رکھنے، اغیار کی دست برد سے بچانے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو زندہ و تابندہ رکھنے کی غرض سے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جو (مسلمان) کسی قوم کی کسی لحاظ سے بھی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

برادران اسلام

سوائے سادات کرام اور انصارِ مدینہ کی اولاد کے کہ جو سرزمین حجاز سے تشریف لائے ہیں اور ان کی تعداد اس ملک میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں باقی تمام مسلمان غیر اقوام سے نکل کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر تو ہندو قوم سے شکار ہو کر آئے ہیں اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں ان بزرگانِ دین کی قبروں پر کہ جنہوں نے شریعت مطہرہ کی تبلیغ اور اپنی باطنی توجہات کے فیوض سے ہم ہندی مسلمانوں کو دولتِ اسلام سے مالا مال کیا لیکن بزرگوں کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ تمام نو مسلموں کو پورے اسلامی تمدن اور کلچر پہ چلا جاتے لہذا اکثر رسمیں جو کہ ہندو قوم میں رائج تھیں وراثتاً ہمارے حصے میں آئیں اور وہ ویسی کی ویسی یا معمولی ردّو بدل کے بعدہم میں بھی رائج چلی آتی ہیں ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر اسلامی لیبل چڑھا لیا گیا ہے اور اب یہ اصل حقیقت کے برعکس مذہبی شعار سمجھی جانے لگی ہیں۔

ہر کفرے کہ کہنہ شد مسلمانی شد

یہ مرنے کے بعد تیجا، چوتھا اور چالیسواں وغیرہ ہنود کی ہی نقل ہے ان میں تیسرے دن پھول ہوتے ہیں ہم نے دیکھا دیکھی "قل" کو رواج دے دیا۔ ان کے ہاں چالیسویں دن اکٹھ ہوتا ہے ہم نے چالیسویں کی رسم اختیار کر لی اور پھر میّت کے ترکے کو خرچ کرنے میں ایسی بے احتیاطی برتتے ہیں کہ دوسروں کا حق غصب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، وعمّ نوالہٗ کا واضح ارشاد

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مجلسِ ذکر مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات
بمطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

مرتبہ
خالد الدلیم

ذکر اللہ

الاستاذ عبد الفتاح پروفیسر کلیۃ الشرعیۃ حلب (شام)

مجلس ذکر کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ فکر آخرت سے متعلق ایک حدیث کی شرح فرمانے والے ہی تھے کہ علامہ عبدالفتاح شیخ حلب محترم محمد افضل صاحب (سلطان فونڈری والے) مولانا بشیر احمد صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کی معیت میں تشریف لے آئے چنانچہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نے حضرت شیخ کو دعوت خطاب دی جسے شیخ نے از راہ کرم منظور فرمالیا۔ چنانچہ پہلے مولانا محمد یعقوب صاحب نے آپ کا مختصر تعارف کرایا اور بعد میں حضرت شیخ نے مجلس ذکر میں شریک ہونے والے احباب سے عربی زبان میں خطاب فرمایا ترجمانی کے فرائض بھی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ہی سرانجام دیئے حضرت شیخ کا تعارف اور تقریر کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

حضرت شیخ کا تعارف

علامہ عبدالفتاح حلب (ملک شام) کے رہنے والے ہیں۔ اپنے ملک میں مقبول خواص وعوام ہیں۔ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، طالب علموں، بچوں، بوڑھوں سب کے دلوں میں آپ کی محبت ہے اور آپ ہر طبقہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں جب تبلیغی جماعتیں عرب ممالک کے دورہ پر گئیں اور آپ نے انہیں دیکھا تو دل میں اشتیاق پیدا ہوا۔ کہ علمائے ہند و پاک سے ملیں اور ان سے گفت و شنید کریں۔ اور یہی جذبۂ شوق انہیں پاکستان لے آیا۔ اب آپ پاکستان و ہندوستان کے علماء سے بہت محبت رکھتے ہیں اور ان کی مساعیٔ جمیلہ، ان کے جذبۂ تبلیغ دین اور محبت اسلامی کے دل سے مداح اور گرویدہ ہیں۔

علم سے ان کا شغف بے پایاں ہے۔ علم کے حصول اور مطالعۂ کتب میں ان کا انہماک اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ کھانے پینے تک کا ہوش بھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور مقبول بارگاہِ الٰہی میں بنائے۔ آمین

مناظر حسین نظر

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔

اللہ تعالےٰ کی تم پر سلامتی ہو اے وہ لوگو! جو اللہ کا ذکر کرتے ہو۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے دوسروں کے لئے دل کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ مبارک ہیں آپ حضرات کہ اللہ کے ذکر کے باعث آپ کی مجلس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں۔ آپ کی مجلس فرشتوں سے بھر جاتی ہے اور انوارِ الٰہی کی بارش سے قلب و روح زندہ ہو جاتے ہیں۔ برکات و حسنات نازل ہوتی ہیں اور ماحول اور فضا مہک اٹھتی ہے۔ جس کے باعث اگر آپ لوگوں کو خوشبو سے تشبیہ دی جائے تو نہایت مناسب ہوگا۔ یقیناً آپ دوسرے لوگوں کے لئے خوشبو کی مثل ہیں۔

برادران محترم!

انسان کی حیات چونکہ ذکر اللہ سے ہے اور آپ حضرات اللہ کے ذکر میں شاغل رہتے ہیں اس لئے دوسرے لوگوں کے لئے آپ حیات کا کام سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں لیکن سب سے آخری اور بلند صفت ذکر اللہ بیان فرمائی ہے:۔ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

مومنین کی خاص صفت اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے اور اس کو ساری صفات پر مہر کرنے کے لئے اسے آخر میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ

— آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کا مقام اس قدر اونچا رکھا ہے —

— تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب انسان ذکرِ الٰہی میں ہر وقت مشغول رہتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی محبت دل میں اتر جاتی ہے اس کا دل خالص مرکز نورانیت بن جاتا ہے ذکر الٰہی کی بدولت شیطان کا قبضہ اس کے دل پر سے ہٹ جاتا ہے اور وہ شیطانی خطرات سے بچ جاتا ہے اور اس طرح وہ خود بھی اپنی ذات کے لئے نفع بن جاتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی نفع کا کام دیتا ہے۔

ذکر اللہ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی کے ہاتھ میں چراغ ہو۔ اور اس کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کا نور اس کے تمام جوارح پر پڑ رہا ہو۔ تو جس طرح وہ اس مادی چراغ کی برکت سے خود بھی راستہ دیکھتا ہے اور دوسروں کو بھی دکھاتا ہے۔ اور جس طرح اندھیرے گڑھوں۔ کانٹوں وغیرہ سے اپنے آپ کو بھی بچاتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ذکر کرنے سے انسان کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور انسان اس نور باطنی سے شیطانی کاموں سے خود بھی محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کو بچانے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ اور نور باطنی کی بدولت ہدایت کا راستہ خود بھی دیکھتا ہے اور دوسروں کو بھی دکھاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی یاد میں مشغول رہنے والے اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ایک یا دو کے لئے نہیں ہوتی۔ جب رحمت خداوندی اترتی ہے تو ارد گرد کے سب لوگوں پر اترتی ہے۔ تو اس طرح۔ ذکر اللہ کرنے والے دوسروں کے لئے بھی رحمت خداوندی کو

کھینچ لاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ پر اپنے آپ کو فنا کرنے والے رکوع و سجود کرنے والے راتوں کو گڑگڑا کر یاد الٰہی کرتے والے اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول رہنے والے اور دودھ پینے والے بچے نہ ہوتے تو اللہ تعالےٰ سب کو اپنے عذاب میں مبتلا فرما دیتا۔ اس طرح ذکر الٰہی کرنے والے اپنے آپ کو بھی عذاب سے بچاتے ہیں اور دوسروں کو بھی عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں۔

بزرگان محترم! دنیا کا جو نظام چل رہا ہے اسے باقی رکھنے کے لئے بھی ذاکرین کی ضرورت ہے اور اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ دنیا کا نظام اس وقت تک چلتا رہے گا۔ جب تک اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ کی یاد نہ ہوگی۔ اس وقت دنیا کو ختم کر دیا جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کہنے والے جب دنیا میں نہ رہیں گے۔ تو دنیا اس بات کی مستحق ہی نہ ہوگی کہ اسے باقی رکھا جائے۔ بلکہ اسے تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر سے دلوں کے اندر معرفت، سکون، نورانیت اور طمانیت آتی ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (خبردار دلوں کو اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی اطمینان ہے)

دنیا کے حالات کا انسان کے دل پر اثر پڑتا ہے۔ خوشی، غمی، بیماری، مصیبت ہر ایک چیز کا اثر اس کے دل پر پڑتا ہے اور مختلف حالات میں انسان مختلف ہوتا ہے۔ کبھی خوش کبھی غمگین کبھی ناراض کبھی غصہ میں۔ لیکن ذکر اللہ کرنے والا انسان ہر حال میں خوش رہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ تمام حالات اس ذات کے پیدا کردہ ہیں۔ جو قادر ہے اور اس کو ایک قسم کی قدرت حاصل ہے وہ جو چاہے کر دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو اس طرح ذکر الٰہی کرنے والا ہر چیز کو حکمت خداوندی سمجھتا ہے۔ اور اس طرح سکون و طمانیت کی دولت سے مالا مال رہتا ہے۔

جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ بیماری۔ پریشانی خوشی غمی ہر حال میں وہ اللہ کے ذکر میں لگا رہتا ہے اور اس طرح اس کے دل میں سکون و طمانیت آجاتی ہے جب انسان ہر حال میں ذکر الٰہی کی طرف متوجہ رہنے لگے تو اس کا دل استقلال پکڑ جاتا ہے اور یہ سب سے بڑی دولت ہے۔ کیونکہ بزرگان دین فرماتے ہیں۔

الاستقامت فوق الکرامت

(استقامت کا درجہ کرامت سے اونچا ہے)

باتیں کرنے کو تو میرا جی بہت چاہتا ہے لیکن چونکہ میں نے بلال پارک (باغبانپورہ) بھی جانا ہے اس لئے اب ایک حدیث پر اپنا بیان ختم کرتا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب سورج ایک میل کے فاصلے پر ہوگا اور اس کی گرمی اتنی تیز ہوگی۔ کہ لوگوں کے دماغ کھول رہے ہوں گے اور اس وقت اللہ تعالےٰ کے عرش کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ دار جگہ نہ ہوگی تو اس وقت سات گروہ اللہ تعالےٰ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے۔

۱۔ سلطان عادل

۲۔ وہ نوجوان جن کی جوانی اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں گزری۔

۳۔ وہ اشخاص جو صرف رضائے ایزدی کی خاطر اکٹھے ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی خاطر ہی جدا ہوئے۔ مثلاً آپ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور ذکر الٰہی کی غرض سے یہاں مجلس ذکر میں جمع ہوئے ہیں اور اب ذکر کے بعد اللہ جل شانہ، کی خاطر آپ جدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ کو دوسرے فرائض بھی ادا کرنا ہیں جو خداوند قدوس نے آپ کے ذمہ لگائے ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جن کے دل مسجدوں میں اٹکے رہتے ہیں۔ یعنی جب نماز پڑھنے آتے تو دیر تک مسجدوں میں رہتے ہیں اور جب نماز کے بعد مسجد سے باہر جاتے ہیں تو پھر بھی انہیں لگن لگی رہتی ہے کہ کب اذان ہو اور وہ اللہ کے گھر کا رخ کریں اور فریضۂ نماز ادا کریں

۵۔ وہ شخص جسے حسین و جمیل نوجوان عورت بدکاری کی دعوت دے اور اس وقت اگرچہ اللہ تعالےٰ کے سوا اسے اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو وہ صرف خدا کے خوف کی وجہ سے اس کی طرف مائل نہ ہو اور محفوظ رہے۔

۶۔ وہ شخص جو دائیں ہاتھ سے خیرات کرے اور بائیں کو پتہ بھی نہ چلے۔ ریا اور نام و نمود کا گزر بھی اس کے دل میں نہ ہونے پائے۔

۷۔ وہ شخص جو تنہائی میں اکیلا بیٹھ کر اللہ کی یاد کرے اور خدا کے خوف اور محبت الٰہی کی وجہ سے اس کے آنسو جاری ہو جائیں۔

آخر میں میری آپ سے درخواست ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔ وہ یہ کہ جب آپ اللہ کا ذکر کریں اور اس کی برکت کی وجہ سے دل میں نورانیت پیدا ہو جائے اور آپ کا جسم خدا کے خوف سے کانپنے لگے تو ایک دعا آپ ضرور فرمائیں کہ اے اللہ۔ ایک ایسا نگران پیدا فرما۔ جو امت محمدیہ کو سنبھالنے والا ہو۔ اور جو ساری امت کو صحیح راستے پر چلانے والا ہو۔

برادران مکرم! اللہ تعالےٰ نے جب آپ کے دل میں ذکر الٰہی کی کثرت سے نور پیدا فرمائیں تو آپ کا فرض ہے کہ آپ دوسروں کے لئے بھی ذریعۂ ہدایت بنیں۔ جس طرح اندھیری رات میں چراغ رکھنے والا آدمی خود بھی راستہ دیکھتا ہے۔ اور دوسرے بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھی راستہ دکھاتا ہے اسی طرح آپ بھی اس نور باطنی سے دوسروں کے لئے چشمۂ ہدایت بنیں اور دوسروں کو دوزخ سے بچانے کا کام سرانجام دیں جو بندے اللہ تعالےٰ کے ذکر سے غافل ہیں۔ جو ذکر الٰہی نہیں کرتے ان کو ذکر الٰہی کی دولت سے بہرہ ور فرمائیں۔ اور وہ علوم و فیوضات ان تک پہنچائیں۔ جو آپ نے بزرگان دین سے حاصل کئے ہیں تنہائی میں کثرت سے ذکر الٰہی کریں کہ اس سے دین میں پختگی ہوگی اور پھر آپ جلوت و خلوت میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کر سکیں گے

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ارشادات

سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

از
ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی بی۔ اے بی ٹی شیخوپورہ

حضرت سید احمد کبیرؒ رفاعی بہت بڑے اہل اللہ میں سے ہیں آپ کے متعلق یہ واقعہ تواتر کے ساتھ مشہور ہے کہ جب آپ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے۔ گنبد خضرائے کے قریب پہنچ کر آپنے باآواز بلند کہا السلام علیک یا جدّی، فوراً روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے ندا آئی و علیکم السلام یا وَلَدِی' اس پر آپ نے کہا آپ اپنا مبارک ہاتھ دیجئے کہ اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کروں اسی وقت روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک چمکتا ہوا نکلا اور آپ نے اسے بوسہ دیا۔

البنیانُ المشیّد ترجمہ البرہانُ المؤیّد

مترجمہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی

ذکرِ الٰہی ایمان کی زبردست علامت ہے شیطان سے بچنے کے لئے مضبوط قلعہ ہے ذکر کی برکت سے گنہگار پاک صاف اور ستھرا ہو کر نکلتا ہے ذکرِ خدا سب عملوں سے بہتر ہے اس سے دل پاک صاف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ درجات کو بلند فرماتا ہے یہ سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بھی افضل ہے جس شخص کی مجلس خدا کے ذکر سے خالی ہو کر اس کو نقصان حاصل ہوتا ہے خدا کی یاد نہ کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور خدا سے زیادہ دور وہی ہوتا ہے جو سنگدل ہوتا ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ پ۲۱ ع۱

(ترجمہ) اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے

یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں یہ نہ ہو تو عبادت ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ ذکر کی اصل روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ ذکر کا پورا نفع ظاہر ہو اور زبان و دل دونو عضو یادِ خدا میں مشغول ہوں۔ ذکر کرنے وقت دل میں رقت ہونی چاہیئے یعنی رغبت اور ہیبت سے خدا کو پکارے جیسے کوئی خوشامد کرنے والا ڈرا ہوا آدمی کسی کو پکارتا ہے۔

بندہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتا ہے

فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ پ۲ ع۲

"زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیئے" کسی شخص نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتلا دیجئے آپ نے مذکورہ الفاظ دہرائے۔

اصلی فضیلت اسی کو ہے یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پہ سبقت لے جائے تو دوسری بات ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا پس بندے کو چاہیئے کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو خصوصاً جس وقت کسی بُرائی کی طرف میلان ہو تو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اس سے باز آ جائے۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں جتنی دیر نماز میں لگے اتنی دیر تو ہر گناہ سے بچے امید ہے آگے بھی بچتا رہے اور اللہ کی یاد کو اس سے زیادہ اثر ہے یعنی گناہ سے بچے اور اعلیٰ درجوں پر چڑھے جو آدمی جس قدر خدا کو یاد رکھتا ہے یا نہیں رکھتا خدا تعالےٰ سب کو جانتا ہے لہٰذا ذاکر اور غافل میں ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ بھی جُداگانہ ہوگا

جو اللہ کو یاد کرے وہ اپنے پروردگار کے نور سے منور ہوتا ہے اس کے دل کو اطمینان اور دشمن (شیطان) سے حفاظت نصیب ہوتی ہے اللہ والوں کا قول ہے ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء روح کی شراب اور اللہ تعالےٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ راحت پانے والوں نے اللہ کی اُنس کے برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جس نے مجھ کو اپنے دل میں یاد کیا میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھ کو برملا یاد کرتا ہے میں بھی اس کو برملا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہے میں اس کو اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہوں۔ اس جماعت اولیاء کو اللہ کی یاد نے مشغول کر رکھا ہے (اس لئے وہ دنیا کے کام کے نہیں رہے) ان کا مقصود وہی ہے وہ سمجھ چکے ہیں کہ دنیا میں جس قدر واقعات ہوتے ہیں سب اللہ کے حکم اور تقدیر سے ہوتے ہیں اسلئے وہ ان واقعات سے ناگواری ظاہر نہیں کرتے نہ دل سے نہ زبان سے اور اگر تقاضائے بشریت یا شیطان کے اثر سے کسی حادثہ پہ ناگواری کا اثر دل میں آنے لگے تو فوراً اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں جس سے وسوسہ رفع ہو جاتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ پ۹ ع۱۴ جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطان کے اثر سے جب کوئی وسوسہ آتا ہے وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں جس سے فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہر مومن کے دل پہ ایک شیطان بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب وہ اللہ کو بھول جاتا ہے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

بزرگو! اگر تمام عالم کے دو فریق ہو جائیں ایک جماعت تو مجھے مشک و عنبر کی دھونی دے (آرام پہنچائے) اور دوسری جماعت آگ کی سرخ کی ہوئی قینچیوں سے میری کھال کاٹے تو میرے نزدیک نہ انہوں نے کچھ نقصان دیا نہ انہوں نے مجھے کچھ نفع دیا کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ تقدیر سے ہو رہا

ہے جب تم تقدیر سے ناگواری کی رسّی جو تسلیم و رضا کی تلوار سے کاٹ دو گے اس وقت تم اللہ کو صحیح طور سے یاد کرو گے اور جب ہی عظمتِ الٰہی کی تجلی دل پر اثرانداز ہوگی ورنہ ذکر سے پورا نفع نہ ہوگا گو نفع سے پھر بھی خالی نہیں کیونکہ تسلیم و رضا بھی ذکر ہی کی کثرت سے حاصل ہو گی۔

حدیث شریف میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو یہاں تک کہ لوگ تم کو پاگل کہنے لگیں اور یہ درجہ تسلیم و رضا ہی سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اہل دُنیا اسی کو پاگل کہتے ہیں جسے دنیوی نفع و نقصان کی پرواہ نہ ہو۔ عارف ذاکر کو اس ذلت کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ اسے دیوانہ کہتے ہیں۔

برادرانِ ملت!

ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ وصالِ حق کا مقناطیس ہے قرب کا ذریعہ ہے جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے اور جو اللہ سے مانوس ہوا وہ اللہ تک پہنچ گیا مگر یاد رکھو کہ ذکر اللہ صحبتِ مشائخ کی برکت سے دل میں جمتا ہے آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں خدا کی یاد جم چکی ہے تم کو بھی یہ دولت نصیب ہو گی ورنہ غافلوں کی صحبت میں رہ کر یا تنہا خلوت میں رہ کر یہ دولت حاصل نہ ہو گی۔ مشائخ سے تعلق پیدا کرو ان کی صحبت آزمایا ہوا تریاق ہے ان سے دور رہنا زہر قاتل ہے مشائخ سے محجوب رہنے والے! کیا تیرا یہ خیال ہے کہ عالم بن جانے کے بعد تجھے ان کی ضرورت نہیں؟ بتلا اس علم سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں اور اخلاص ایک خطرناک راستہ کے پار کنارہ پر ہے اب بتلا تجھے عمل کے لیے کون اٹھائے گا۔ ہا! آیا اس زہر کا کون علاج کرے گا؟ جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے اور اخلاص حاصل ہو جانے کے بعد تجھے بے خوف و خطر راستہ کون بتلائے گا؟ کیا یہ درسی کتابیں اور کتابوں کے پڑھانے والے بتلائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جاننے والوں سے پوچھ اگر تم خود نہیں جانتے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ پ ۱۴ ع ۱ –

اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہی طریقہ بتلایا ہے کہ جس بات کا تم کو علم نہ ہو جاننے والوں سے معلوم کرو تو اپنے آپ کو اہل ذکر میں سے سمجھتا ہے اگر تو ان میں سے ہوتا تو ان سے محجوب نہ ہوتا اگر تو اہلِ ذکر سے ہوتا تو فکر کرکے ثمرہ سے محروم نہ ہوتا کیونکہ ذکر اللہ کے اثر سے دل پر فکر ضرور غالب ہوتا ہے اور فکر کے آثار ذاکر کی صورت سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اس کے ہر کام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی بڑا فکر ہے تجھ کو تیرے اس جواب ہی نے روکا کہ مشائخ سے دُور دُور رہتا ہے تجھ کو تیرے دعوائے علم نے تباہ کیا رسول اللہ کا ارشاد ہے اے اللہ! ایسے علم سے جو نفع نہ دے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اب بتلا جس علم سے حضور نے پناہ مانگی ہے اس پر تیرا ناز کرنا کہاں تک زیبا ہے؟ اے محجوب! تو ہمارے دروازوں کا پہرہ دے کیونکہ تیرا جو وقت اور درجہ ہمارے دروازوں پر گذرے گا وہ تیرے لئے ایک اعلیٰ درجہ اور اللہ کی طرف سے رجوع کرنے کا وقت ہو گا کیونکہ ہمارا رجوع اللہ کی طرف صحیح ہو چکا ہے اس لئے جو ہمارے پاس آتا ہے اس کو بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ پ ۲۱ ع " ان لوگوں کے راستہ پر چل جو میری طرف رجوع کر چکے ہیں یہاں تک تو اہل علم سے خطاب تھا۔

آگے صوفیوں سے خطاب ہے جنہوں نے صوفیانہ لباس پہننے کو تصوف سمجھ لیا ہے پس فرماتے ہیں اے صوفی یہ کیا بیہودگی ہے پہلے صوفی بن جا تاکہ ہم بھی تجھے صوفی کہیں۔

طریقت میراث نہیں ہے بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے

میرے پیارے!

تیرا یہ گمان ہے کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ چلی آ رہی ہے تیرے پاس ابوبکرؓ و عمرؓ کے نام سے آ جائے گی تیرے شجرۂ نسب میں داخل ہو جائے گی تیرے خرقہ کے گریبان پر، تیرے کُلاہ پر منقش ہو جائے گی! تو نے اس سرمایہ کو طریقت سمجھ لیا ہے کہ اونی لباس ہو۔ ایک کُلاہ ہو ایک لاٹھی ہو ایک گدڑی؛ اور بڑا سا عمامہ ہو بزرگوں کی سی شان و صورت ہو نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے؛ تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اس کے قرب کی برکت کیونکر ڈالی جائے کہ وہ تو کُلاہ اور خرقہ، تسبیح، عصا اور ٹاٹ کے حجابوں میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو رہا ہے یہ عقل کس کام کی جو نور معرفت سے کوری ہے؟ یہ سر کس کام کا جو جوہر عقل سے خالی ہے؟ اے مسکین! تو نے اس جماعت جیسے کام تو کئے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا۔

عزیز من! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہناتا اور ظاہر کو لباس ادب سے آراستہ کرتا اور نفس کو ذلت کا لباس پہناتا اور انانیت (تکبر) کو مٹنے کا لباس پہناتا۔ اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا اور ان سب حجابوں سے جن میں پھنسا ہوا ہے چھوٹ جاتا اس کے بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا بہت بہتر ہوتا مگر تجھ سے یہ بات کیونکر کہی جائے یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی تو نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ میرا کُلاہ اس جماعت جیسا کُلاہ ہے۔ میرا لباس انکے لباس جیسا ہے سب کی صورتیں ملی ہوئی ہیں مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ حالانکہ دل مختلف ہیں اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ دادا، چچا اور لمبا کرتہ اور کُلاہ اور تخت و زینہ سب سے الگ ہو جاتا اور خدا کی قسم، خدا کو ڈھونڈھنے کے لئے ہمارے پاس آتا پھر اچھی طرح ادب حاصل کر کے یہ لباس پہنتا اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حسن ادب حاصل ہو جانے کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کر لے گا۔

اے مسکین!

تو اس وقت اپنے وہم پر چل رہا ہے اپنے خیال پر راستہ طے کر رہا ہے اپنے جھوٹ اور عجب اور غرور کے ساتھ چل رہا ہے انانیت اور تکبر کی ناپاکی لادے ہوئے ہے اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا تواضع کا علم سیکھ! حیرت کا سبق پڑھ! ملکیت

اور انکسار کا علم حاصل کر!

ارے بیہودہ!

تو نے تو تکبّر کا علم حاصل کیا اور بڑائی کا سبق پڑھا ہے بتلا ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ بس یہ حاصل ہوا کہ تو آخرت والوں کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردار دنیا کو حاصل کر رہا ہے تو نے بہت ہی برا کیا، تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو کیونکہ دنیا کے لئے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا بلکہ بدترین دنیا ہے تو آپ ہی اپنے کو کیونکہ دھوکہ دے رہا ہے؟ اور متعلق اور اپنے ہم جنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا ہے؟ کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور نہ تیرے مریدوں کو کچھ اللہ کے راستہ کا پتہ۔

خدا تک پہنچنے کا طریقہ

عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اپنے دشمن سے دور نہ ہو جائے اب سن لے دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرّب اور اللہ والا کیونکر ہو سکتا ہے؟

ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنوئیں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا اس نے برتن کو کنوئیں ہی میں لوٹا دیا اور حق تعالیٰ سے عرض کیا میرے محبوب! تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں سے نذرانے و ہدایا وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیئے

طریقِ وصول

جس نے اپنے آپ کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد و محبوب بن گیا جس نے اپنے آپ کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا جو دروازہ پر پڑا رہا وہ ایک دن دہلیز پر پہنچ گیا اور اندر پہنچ کر جس کی نیت اچھی رہی کہ اب بھی محبوب کے سوا وہاں کے ساز و سامان و انوار ملکوت وغیرہ میں دل نہ لگایا وہ بارگاہِ وصال میں صدر نشین ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دن مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہوئے تو ایک اعرابی کو مسجد میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہا ہے اے اللہ میں آپ سے ایک بکری مانگتا ہوں اور دوسری طرف ایک کونہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا وہ یوں عرض کر رہے تھے اے اللہ میں آپ کو مانگتا ہوں دونوں کی مُرادوں میں کتنا فرق ہے؟

دونوں کی ہمتوں میں کتنا فرق ہے آرزوئیں لوگوں کی عقلوں سے کھیل رہی ہیں ان کی ہمتوں سے تماشا کر رہی ہیں کہ دنیا سے آگے لوگوں کی عقل و ہمت بڑھتی نہیں۔

ہر شخص اپنی ہمت کے بازو سے اپنی آرزو اور دلی مقصد کی طرف اُڑتا ہے جب اپنی ہمّت کی غایت پر پہنچ جاتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ پ۱۵ ع ۹ کہہ دیجئے ہر شخص اپنی حالت کے موافق کام کر رہا ہے یعنی اپنی نیت اور ہمت کے مطابق۔

کرامت کا طالب نہ ہونا چاہیئے بلکہ خدا کا طالب بننا چاہیئے

عزیزامن!

اپنی ہمّت اور ارادہ کو اس پر ختم نہ کر کہ پانی پر چلنے لگے یا ہوا میں اُڑنے لگے کیونکہ یہ کام تو پرندے اور مچھلیاں بھی کرتی ہیں اس سے کونسا کمال حاصل ہو گا۔ تو اپنی ہمّت کے بازو سے اس بارگاہ کی طرف اڑ جس کی کہیں انتہا نہیں، عارف کامل کے نزدیک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز بھی اس خوشی سے بڑھ کر نہیں جو اس کو اپنے خدا سے ہوتی ہے جنت اور اس کی نعمتیں بھی اس خوشی کے مقابلہ میں جو عارف کو اپنے پروردگار کے اُنس سے ہوتی ہے اس رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی ہیں جو زمین کے وسیع میدان میں پڑا ہو۔ منعم کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا اور اس سے دل لگانا نفس کی خسّت پست ہمتی اور قلتِ معرفت کی نشانی ہے۔

عارفین دونوں جہاں سے الگ ہو گئے وہ صرف رب العالمین کے طالب ہیں وہ اپنے نفس اور اولاد سے بھی الگ ہو چکے ہیں (یعنی ان کے دل میں کسی کی ایسی محبّت نہیں کہ خدا کی محبّت کا مقابلہ کر سکے)

جب یعقوبؑ نے يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ پ۱۳ ع ۴ (ہائے یوسف کا غم) کہا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ تم کب تک یوسفؑ کو یاد کرتے رہو گے؟ کیا یوسف نے تم کو پیدا کیا؟ یوسف نے تم کو رزق دیا! یا نبوت عطا کی ہے؟ میری عزت کی قسم، اگر تم مجھ کو یاد کرتے اور غیر کے ذکر کو چھوڑ کر میری یاد میں لگے رہتے تو میں اسی وقت تمہاری تکلیف کو زائل کر دیتا اسی وقت یعقوبؑ کو معلوم ہوا کہ وہ یعقوب کو یاد کرنے میں غلطی پر تھے پس آئندہ کے لئے اپنی زبان کو انکے ذکر سے روک لیا موسیٰؑ نے فرمایا اے اللہ آپ قریب ہیں؟ کہ آپ سے آہستہ باتیں کروں یا دور ہیں کہ دور سے پکاروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس شخص کے پاس ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرے اور اسکے قریب ہوں جو مجھ سے مانوس ہو میں اسکی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

مخلوق پر نظر کرنا چھوڑو اور ہمت بلند کرو

بزرگو! یہ بیہودہ خیالات ہی تم کو کہیں سے کہیں لئے جاتے ہیں اور یہ سخت موٹے موٹے پردے ہی تم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں دنیا اور اہل دنیا سے نظر اٹھاؤ کسی کے قبضہ میں نفع و نقصان نہیں سوا خدا تعالیٰ کے، پھر تم خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو اس کا نام ہمت نہیں ہے کہ آدمی پردے کے پیچھے کھڑا ہو جائے ہمّت اس کا نام ہے کہ پردہ کی آڑ توڑ کر نشستگاہ تک پہنچ جائے مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع نقصان پہنچتا ہے یہ محض پردہ ہے جو اس سے امید یا خوف کرے وہ بھی تک پردہ کے پیچھے ہے آگے بڑھو تو تم کو نظر آئے

کید الشیطان عند موت الانسان

مولانا محمد شفیع صاحب مفتی سابق دار العلوم دیوبند

(۲)

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ

ترجمہ:- جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے (یعنی اس کو چھوڑا نہیں) ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو نہ غم کرو اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور تمہارے لئے اس میں جس چیز کو تمہارا جی چاہیے گا موجود ہے نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ بطور مہمانی کے ہو گا غفور رحیم کی طرف سے۔ اس آیت شریفہ میں دو لفظ خاص طور سے قابل غور ہیں جن میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں۔ اول استقامت دوم تنزل ملائکہ

استقامت کی مختلف تفسیریں حضرات صحابہ و تابعین سے منقول ہیں لیکن درحقیقت وہ مختلف نہیں بلکہ استقامت کے درجات مختلف کے اعتبار سے مختلف عنوانات اختیار کئے گئے ہیں۔ اور مختار تفسیر جو سب تفاسیر کو شامل ہے وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی ہے کہ مراد ایمان و توحید پر استقامت ہے یعنی اس پر قائم رہیں شرک و کفر میں مبتلا نہ ہوں۔ کذا قال ابن کثیر ص ۲۳ ج ۴۔ ومثلہ فی الروح

تنزل ملائکہ کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں بعض نے فرمایا ہے کہ موت کے وقت انسان کی امداد کو اتریں گے اور بعض نے اس کا محل قبر کو اور بعض نے میدان قیامت کو قرار دیا ہے مگر امام ابن کثیرؒ حضرت زید بن اسلمؓ سے یہ تفسیر نقل کرتے ہیں۔

رواہ ابن ابی حاتم وھذا القول یجمع الاقوال کلھا وھو حسن جداً وھو الواقع (تفسیر ابن کثیر ص ۲۳ ج ۴)

ترجمہ: فرشتے اس کو بشارت دیں گے بوقت موت اور قبر میں اور جس وقت کہ وہ قیامت میں اٹھے گا اس روایت کو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے اور یہ تفسیر تمام تفسیر کو جامع ہے

الغرض آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو لوگ آخر وقت تک اسلام و ایمان پر قائم رہے ان کی موت کے وقت فرشتے ان پر اتریں گے اور خوشخبری دیں گے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ فرشتے مرنے والے کی ہر چیز میں امداد کریں گے جس قسم کا کوئی فکر و غم دنیوی یا اخروی اس وقت درپیش ہو گا فرشتے اس میں مدد کریں گے اور دل سے فکر ہٹا دیں گے اور ہر قسم کے اندیشہ و رنج سے اس کو نجات دلا دیں گے (روح ص ۱۰۱ ج ۲۴)

آیت مذکورہ میں مسلمانوں کے دو چیزوں سے مامون ہونے کا ارشاد ہے ایک خوف دوسرے غم۔ خوف تو ان چیزوں کے متعلق ہوتا ہے جو آئندہ اس راستے میں درپیش ہیں یعنی قبر اور حشر و نشر وغیرہ اور حزن و غم اُن چیزوں کے متعلق ہے جو اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہو۔ یعنی اہل و عیال وغیرہ اور فرشتوں کی اس بشارت کا حاصل یہ ہو گا کہ تم آئندہ خطرات سے نہ ڈرو کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مدد کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور دنیا میں جو کچھ اہل و عیال اور متعلقین چھوڑے ہیں ان کا فکر نہ کرو کیونکہ ہم ان کی نگرانی کریں گے (کذا فی تفسیر ابن کثیر ص ۲۳ ج ۴) اور بحوالہ تذکرہ قرطبی گزر چکا ہے کہ جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے شیاطین کو اس کے سامنے سے دفع کریں گے اور اس کو دین حق پر قائم رہنے کی تاکید کریں گے اور حضرت میمونہ بنت سعدؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا غسل کی حاجت والا آدمی بغیر غسل کے سو رہے تو کوئی حرج ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ما أحب ان یرقد حتی یتوضاء فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر (کذا فی الحاوی للسیوطی ص ۳۵۲ ج ۲)

ترجمہ:- مجھے پسند نہیں کہ وہ بلا وضو کے سو جاوے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں سوتے ہوئے اس کی موت آ جاوے تو اس کے پاس جبریل نہ آویں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبریل

ہیں مگر جنابت کی حالت میں مرجاوے تو اسکے جنازہ پر نہیں آتے۔ الغرض اس سخت مصیبت کے وقت حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ مؤمنین کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور فرشتے اس کی اعانت و تثبیت کے لئے بھیج دیئے جاتے ہیں وہی شیاطین کو دفع کرتے ہیں اور اس کو ہر اندیشہ و غم سے بے فکر کرتے ہیں اور انہیں کی امداد و اعانت سے مسلمان اس قدر قوی ہو جاتا ہے کہ کید شیطانی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ اس نازک وقت میں بھی شیطان کے ایسے دقیق مکر پر مطلع ہو جاتے ہیں جس سے اچھے اچھے عقلاء دھوکا کھا جاویں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا واقعۂ وفات

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب امام احمد بن حنبل کی وفات کا وقت آیا۔ میں آپ کا جبڑا باندھنے کے لئے ہاتھ میں کپڑا لئے ہوئے تھا آپ کا یہ حال تھا کہ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے اور پھر ہوش میں آ جاتے تھے اور فرماتے تھے لَا بَعْدُ لا بَعْدُ جب کئی مرتبہ یہ قصہ دیکھا تو میں نے دریافت کیا کہ ابا جان آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ شیطان میرے سامنے کھڑا ہوا ہے اور دانتوں میں انگلیاں دبتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ افسوس احمد تم ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئے ہیں اس کے جواب میں کہتا ہوں لَا بَعْدُ یعنی ابھی نہیں چھوٹا جب تک موت نہ آ جاوے کیونکہ جب سانس باقی ہے میں تیرے مکر سے غافل و بے پرواہ نہیں، شیطان کی غرض یہی تھی کہ اس وقت ان کو . . . . بے خوف کر کے پھر کوئی حملہ کرے۔ حضرت امام نے اس کے مکر کو سمجھ لیا اور یہ جواب دیا۔ سبحان اللہ اسی طرح بہت سے صلحاء اُمت کو اس قسم کے وقائع پیش آتے ہیں کہ بوقت نزع شیطان کے مکالمات کا جواب دیا، امام فخر الدین رازیؒ کا مناظرہ شیطان سے بوقت موت مشہور ہے اس وقت کید شیطان کا شکار وہی شخص ہوتا ہے جس کے ایمان میں نقصان ہو

موت کے وقت کید شیطان میں مبتلا ہونے کے اسباب

مذکورہ آیات اور روایات حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ دشمن جان و ایمان شیطان لعین نزع کے نازک وقت میں انسان کے ایمان پر چھاپہ مارتا ہے اور اس کے مکر و کید سے حفاظت انسان خود نہیں کر سکتا۔ بجز اس

فرشتوں کی جماعت ان کو دفع کرے اور یہ بھی آیاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ رحمت اور فرشتوں کی اعانت انھیں لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کریں اور پھر اس پر مستقیم رہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایمان ہی نہ لائیں اور رب ہونے کا اقرار ہی نہ کریں وہ پہلے سے بھی مکائد شیطان کے شکار تھے اس وقت بھی رہیں گے اور رحمتِ خداوندی اور بشارت و امداد ملائکہ سے محروم، بلکہ وعید و عذاب کی صورتوں سے ہم آغوش ہوں گے۔

اسی طرح جو لوگ ایمان لے آئے ہیں مگر اس پر مستقیم نہ رہے وہ بھی اس رحمت اور امدادِ ملائکہ سے محروم ہوں گے پھر مستقیم نہ رہنے کے چند درجات ہیں۔ ایک تو یہ کہ معاذ اللہ ایمان ہی کھو بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ ایسے معاصی اور گناہوں میں منہمک اور ان پر مصر رہے جس سے یہ خوف ہو کہ ان کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں جو روح ہے ایمان و استقامت کی۔ ایسے لوگ بھی اس وقت اکثر کید شیطانی کے شکار ہو جاتے ہیں امام شعرانی نے مختصر تذکرہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات لکھے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

ایک دلال کا واقعہ ہے جو ہمیشہ اور ہر وقت اپنے تجارتی کاروبار میں ایسا مشغول رہتا تھا کہ نماز و عبادت کا دھیان ہی کبھی نہ آتا تھا مرنے کے وقت اس سے کہا گیا کہ لآ الٰہ الا اللہ کہو مگر اس کی زبان پر تجارتی حساب اور انگلیوں پر اسی کا شمار تھا کلمہ پڑھنے کی توفیق نہ ہوئی اسی میں گذر گیا۔ اسی طرح ایک شخص منہمک فی الدنیا جو دین و عبادت سے غافل رہتا تھا مرنے کے وقت لوگ اس کو کلمہ کی تلقین کرتے تھے وہ کہتا تھا کہ تم نے میری گدھی کو گھاس بھی کھلا دیا ہے اسی طرح ایک بازاری آدمی کو نزع کے وقت لوگ کلمہ طیبہ پڑھانا چاہتے تھے مگر وہ حساب کی ضرب و تقسیم میں لگا ہوا تھا اسی میں رخصت ہوا۔ اسی طرح ایک تاجر جو اپنے نزدیک پورا تولنے کا عادی تھا مگر تولنے کے وقت ترازو کے پلّہ کو صاف نہیں کرتا تھا اور گرد و غبار کی وجہ سے وزن میں کمی ہو جاتی تھی مرنے کے وقت لوگوں نے اس سے کہا لآ الٰہ الا اللہ پڑھو اس نے کہا کہ میں ہوش میں ہوں اور ہر بات زبان سے ادا کر سکتا ہوں لیکن جب کلمہ طیبہ پڑھنا چاہتا ہوں تو زبان نہیں اٹھتی کیونکہ میری زبان پر ترازو کا کانٹا رکھا ہوا ہے اس لئے کہ میں تولتے کے وقت ترازو کے پلّوں کو صاف نہیں کرتا تھا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بلا سے نجات دے۔ ف۔ غالباً یہ شخص جان بوجھ کر ترازو کے ملوّث اور بوجھل ہونے پر خوش ہوتا ہوگا ورنہ احتیاط کے باوجود کبھی غفلت ہو جانے کا یہ وبال نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص کو مرنے کے وقت لوگوں نے کلمہ کی تلقین کی تو اس نے کہا کہ مجھے اس پر قدرت نہیں کیونکہ میں زبان سے اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچاتا تھا اسی طرح ایک شخص کو بوقتِ نزع تلقین کی گئی تو کہا کہ مجھے یہ کلمہ پڑھنے کی قدرت نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ غور کرو کس گناہ کے وبال میں یہ صورت ہوئی تو کہا کہ میں اپنی عمر میں ایک مرتبہ زنا میں مبتلا ہو گیا تھا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بعض معاصی اس کا سبب بن جاتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور انسان مکائد شیطانی کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ صورت بظاہر اسی میں ہے کہ آدمی بے فکری کے ساتھ گناہ پر اصرار کرتا رہے توبہ نہ کرے خدا سے نہ ڈرے ورنہ ایسا کون ہے جو کبھی کسی گناہ میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ امام شعرانی مختصر تذکرہ میں اس کی تصریح فرماتے ہیں جو خاتمۂ رسالہ میں مذکور ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو اوپر گذری ہے کہ جبریل علیہ السلام اس شخص کے جنازہ پر نہیں آتے جو حالتِ جنابت میں بغیر وضو کئے ہوئے سو جاوے اور اسی میں اس کی موت آ جاوے کیونکہ جس مکان میں غسل کی حاجت والا آدمی ہوتا ہے اس میں فرشتے نہیں آتے البتہ اگر وضو کر لے (یا وضو پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر لے) تو فرشتوں کی نفرت زائل ہو جاتی ہے۔

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ جن چیزوں سے فرشتوں کو نفرت ہے اور حدیث میں مذکور ہے کہ جس جگہ یہ چیزیں ہوتی ہیں وہاں فرشتے نہیں جاتے اگر ایسی چیزیں میت کے پاس ہوں تو فرشتوں کی امداد سے محروم رہے گا اور ایسی حالت میں کید شیطانی کا شکار ہو جانا کچھ بعید نہیں اور وہ چیزیں جن کے ہوتے ہوئے رحمت کے فرشتے نہیں آتے چند اشیاء ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں

کتا جاندار کی تصویر بجنے والا زیور غسل کی حاجت والا آدمی خواہ مرد ہو یا عورت اور یا حیض و نفاس والی عورت اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جس گھر میں عورت ننگے سر بیٹھی ہو وہاں بھی رحمت کے فرشتے نہیں جاتے یہ سب روایات "شفاء الاسقام فیما تنفر عنہ الملائکۃ الکرام" میں مستند کتب حدیث کے حوالہ کے ساتھ مذکور ہیں۔

ضروری تنبیہ

افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں میں کتے پالنے اور تصویر رکھنے کا رواج اس قدر ہو گیا ہے کہ کبھی بھول کر خیال نہیں آتا کہ اس لعنت کی وجہ سے ہم ملائکۃ اللہ کی معیت سے محروم ہیں جن کی امداد و اعانت کا انسان ہر وقت محتاج ہے اور بالخصوص مرنے کے وقت۔

موت کے وقت کید شیطانی سے محفوظ رہنے کی تدبیریں

کید شیطانی سے محفوظ رہنے کے لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آیاتِ قرآنیہ سے چند تدبیریں معلوم ہوئی ہیں سب سے بڑی تدبیر تو ایمان کی پختگی ہے جو آیاتِ مذکورہ میں ثابت ہوتا ہے۔ دوسری تدبیر استقامت ہے اور چونکہ استقامت کے بہت سے درجات ہیں تو جس قدر استقامت کا درجہ بڑھا ہوا ہوگا اسی قدر مکائد شیطانی سے حفاظت زیادہ ہو گی۔

ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان پر آخر وقت تک مستقیم رہے اس سے بھی رحمتِ الٰہی اور فرشتوں کی امداد کی توقع ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کسی گناہ کے وبال کی وجہ سے محروم ہو جاوے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں سے بچے، تقویٰ اختیار کرے اور متوسط یہ ہے کہ اگر غفلت سے گناہ میں مبتلا ہو جاوے تو خدا تعالےٰ کے عذاب کا خیال کرے اور فوراً توبہ کرے

تیسری تدبیر یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں بغیر وضو کئے ہوئے تھوڑی دیر بھی نہ رہے بالخصوص سونے کے وقت۔

لباس اور مکان کو ایسی چیزوں سے پاک رکھے جو ملائکہ رحمت کے داخل ہونے سے مانع ہیں مثلاً تصویر۔ کتا غسل کی حاجت والا آدمی، بجنے والا زیور وغیرہ (کذافی مشارق الانوار للحمزاوی صـ۱)

پانچویں تدبیر یہ ہے کہ اطاعت والدین کی عادت ڈالے حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایک لڑکا ہے جو عالت نزع میں ہے اس کو لاآلہ الااللہ پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے اور اس کو اس پر قدرت نہیں ہوتی آپ نے فرمایا کہ کیا وہ پہلے سے اس کلمے کے پڑھنے کا عادی نہ تھا۔ عرض کیا گیا کہ برابر پڑھتا تھا آپ نے فرمایا کہ پھر اس وقت نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خود اٹھ کر وہاں تشریف لے گئے اور اس کو کلمہ کی تلقین کی اس نے کہا کہ مجھے اس کے پڑھنے پر قدرت نہیں آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ لڑکے نے عرض کیا کہ میں اپنی والدہ کی نافرمانی کیا کرتا تھا اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی والدہ سے اس کی خطا معاف کرائی تو زبان کھل گئی اور کلمہ طیبہ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہوا کذافی شفاء الصدور للسیوطی (مشارق الحمزاوی)

چھٹی تدبیر وہ ہے جو عین وقت پر کی جاتی ہے اور وہ دوسرے کے کرنے کی ہے وہ یہ کہ نزع کے وقت اس کو کلمہ لاآلہ الا اللہ کی تلقین کریں

مسئلہ :- بہتر یہ ہے کہ یوں نہ کہیں کہ لاآلہ الا اللہ کہو۔ کیونکہ یہ نازک وقت ہے مریض اپنی تکلیف میں مبتلا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تکلیف کی وجہ سے یہ کہہ بیٹھے کہ میں نہیں کہتا بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر خود پڑھنا شروع کر دیں (ہو المستفاد من حدیث ابوہریرہؓ فی کنز العمال صـ۳)

اور ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ جب تم مرنے والے کے پاس بیٹھو تو اس پر کلمہ پڑھنے کے لئے اصرار نہ کرو کیونکہ وہ کبھی زبان سے کہہ لیتا ہے اور کبھی ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے، کبھی آنکھ سے، کبھی قلب سے اور اتنا بھی کافی ہے (کذافی الکنز عن

اور شیخ عبدالباقی فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زبان بند ہو جاوے یا مرض سے بے ہوش ہو جاوے اور کلمہ نہ پڑھ سکے تو اس پر اس کی پہلی حالت کا حکم کیا جاوے گا۔ اگر پہلے کلمہ پڑھنے والا تھا تو اب بھی کلمہ پڑھنے کا حکم ہو گا (مشارق صـ۱۲)

مسئلہ :- جب مریض ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ کہہ لے تو پھر دوبارہ تلقین کرنے اور کہلانے کی ضرورت نہیں البتہ اگر اس کے بعد وہ کسی دنیوی کلام میں لگ جاوے تو پھر تلقین کی جاوے بعض روایات حدیث میں ہے کہ کلمہ طیبہ کی تلقین کے ساتھ یہ بھی کہا جاوے

اللّٰھم ثبتنی بالقول الثابت ولا قوۃ الا باللہ

ترجمہ :- یعنی ثابت قدم رہو اور قوت اللہ کی طرف سے ہے۔

ساتویں جو کید شیطانی سے حفاظت اور سکرات موت میں سہولت کا سبب ہے، یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس کچھ قرآن شریف پڑھا جاوے۔ بالخصوص سورۂ یٰسین۔

حدیث میں ہے کہ جب کسی میت کے پاس سورہ یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کر دیتے ہیں۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا والدیلمی عن ابی الدرداء رضؓ) اور دوسری حدیث میں حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھو (اخرجہ النسائی وابوداؤد وغیرہم۔ از مشارق الانوار للحمزاوی صـ۱)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ مرنے والے کے پاس سورۂ رعد پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے کیونکہ اس کا پڑھنا میت کی تکلیف کو کم کر دیتا ہے اور قبض روح کو آسان کر دیتا ہے

خاتمہ

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مختصر تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ علما کا اتفاق ہے کہ خاتمہ اس شخص کا خراب ہوتا ہے جو پہلے سے باطن میں گناہوں پر مصر ہو۔ اور کبیرہ گناہوں کی پرواہ نہ کرتا ہو جو پہلے سے نیک ہو اس کا خاتمہ خراب نہیں ہوتا دیکھو

اما من کان علی قلبه الاستقامة فی الظاهر ولم یصر علی المعصیة فی الباطن فما سمعنا ولا علمنا ان مثل هذا یختم له بسوء ابدا والله الحمد بخلاف من غلب علیه حب المعاصی والوقوع فیها من غیر توبة فربما نزل علیه الموت قبل التوبة فیصطدمه الشیطان فهلکت الصدمة فیظهر شقاوه للناس۔

ترجمہ :- لیکن جو شخص اپنے ظاہر میں استقامت کے طریق پر ہو اور باطن میں گناہ پر اصرار نہ کرے تو ہم نے کبھی نہیں سنا اور نہ ہمارے علم میں آیا کہ ایسے شخص کا خاتمہ برا ہوا ہو۔

(والحمد للہ) البتہ جس شخص پر گناہوں کی محبت اور ان میں مبتلا ہونا غالب ہو۔ اور توبہ کا اہتمام نہ ہو تو ایسے شخص پر بعض اوقات توبہ سے پہلے موت آجاتی ہے اور شیطان کے مقابلہ سے عاجز ہو جاتا ہے تو لوگوں پر اس کی شقاوت ظاہر ہو جاتی ہے

الغرض جس شخص کو لوگ دیکھتے ہیں کہ معاذاللہ اس کا خاتمہ خراب ہوا وہ کوئی دفعی چیز نہیں ہوتی کہ اسی مرض کی حالت میں بگڑ گیا بلکہ وہ اپنے اعمال و اخلاق کی خرابی ہوتی ہے جس کا ظہور اس وقت ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس وقت اس کی حالت خراب ہو گئی

فائدہ

احادیث کثیرہ شاہد ہیں کہ غرغرہ موت کے وقت کا نہ ایمان معتبر ہے نہ کفر۔ تو اب اشکال یہ ہے کہ اس وقت شیطان کا آنا اور بہکانا بے سود ہے۔ اگر خدانخواستہ مسلمان اس وقت کوئی کلمہ کفر کہہ بھی دے تو اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پھر اس کی فکر کرنے اور اس وقت کید شیطانی سے ڈرنے کے کیا معنی ہیں۔

جواب یہ ہے کہ مرفوع القلم ہونے کا وہ وقت ہے جب روح حلقوم کے اندر پہنچ جائے اس سے پہلے ایمان و کفر معتبر ہے اور شیطان لعین ایسے وقت دھوکا دینا چاہتا ہے جب کہ وہ سمجھتا ہے کہ ابھی اس کو اختیار باقی ہے اور یہ عالم تکلیف میں ہے کہ اس کا کفر و ایمان معتبر ہے یہ دوسری بات ہے کہ اسے خود دھوکا ہو جاوے اور غرغرہ موت کے وقت نہ سمجھے (ہذا ہو المستفاد من کلام الشعرانی فی مختصر التذکرہ والحمزاوی فی مشارق الانوار) واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ :- ارشادات

گا کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے مگر اس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے ہمتوں کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے دلوں کے پردے دلوں کے تیروں ہی سے چاک ہوتے ہیں بس اپنے دل کو کسی خدا رسیدہ کے حوالہ کرو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے تمہارے دل کے پردے چاک کر دے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کے تعلق کی رسّی کی گرہ ایسی مضبوط کرو کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جو لوگ محض اس خیال پر کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر دیں گے الٹی چال چل رہے ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلو تم ان کی چال نہ چلو کیونکہ ان کا یہ خیال محض ڈھکوسلا ہے اول تو اس کا کیا یقین ہے کہ ان کو لمبی عمر ملے گی دوسرے اس کی کیا امید ہے کہ لمبی عمر ملنے کے بعد وہ کچھ کام بھی کر سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۵ پ ۲۳ ع ۴ جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو پیدائشی حالت کی طرف الٹا لوٹا دیتے ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے کہ بوڑھا بچوں کی طرح کمزور و محتاج اور عاجز ہو جاتا ہے اور ضدی ہو جاتا ہے تو لمبی عمر کی امید پر جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانہ میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے۔

ایسا کام نہ کرو جس پر علماء اعتراض کریں

علماء کی زبانوں کو جبکہ ان کے ساتھ ظالموں کے دل اور بے دینوں کی اجرت اور کافروں (فاسقوں) کی بدی شامل ہو اپنے اوپر نہ کھولو۔ ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علماء گرفت کریں۔ نیز علمائے ظاہر کے عیوب بھی بیان نہ کرو اس سے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائیں اور جب تم خود زبان کھولو تو اپنے تمام اعضاء اور دلوں کو ان کاموں سے روکو جو اللہ تعالیٰ کو (جو بادشاہ عادل مہربان

سب کچھ جاننے والا ہے) ناخوش کرنے والے ہیں یہی اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے کے لئے بہتر ہے اور یہی لوگوں کے ساتھ معاملہ رکھنے میں اچھا ہے اور یہی خود تمہارے اپنے واسطے بھی بہتر ہے خلوت و تنہائی میں بھی جلوت میں بھی مرنے وقت بھی قبر سے اٹھنے کے وقت بھی، سوال و جواب کے وقت بھی کیونکہ اس صورت میں تم کو اپنا نامۂ اعمال دیکھ کر پریشانی نہ ہوگی بلکہ خوشی ہوگی اور اگر خدا کو ناراض کرنے کے کام کئے تو نامۂ اعمال دیکھ کر سخت پریشانی ہوگی۔ یہ کتاب جس کا نام اعمال نامہ ہے نہ کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو بلکہ سب کو گھیرے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں کو بھی جانتے اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں پس نگاہ کی خیانت اور دل کی باتیں سب نامۂ اعمال میں درج کی جاتی ہیں

بقیہ :- کید الشیطان

البتہ چونکہ پاس والوں کو یہ امتیاز دشوار ہے کہ یہ کلمات جو کہہ رہا ہے غرغرۂ موت میں کہتا ہے یا اس سے پہلے اس لئے اگر خدانخواستہ نزع کے وقت میں کسی مسلمان کی زبان پر کلمات باطلہ آجاویں تو اس پر حکم نہ کیا جاوے۔ واللہ اعلم و بہ نستعین۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی

ایک ایمان افروز تقریر

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنے آبائے کرام (آپ کا رشتۂ نسب سید احمد شہید بریلوی علیہ الرحمۃ سے پیوست ہے) کے نقش قدم پر اتنی تیز گامی سے چل پڑے ہیں کہ ان کے اندر ایک عظیم روح بڑی تیز رفتاری سے منازل ارتقاء طے کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مولانا ممدوح اس مرتبہ مدینہ یونیورسٹی کے سلسلے میں شاہ سعود کی دعوت پر دیار حبیب گئے تو ان کے اعزاز میں جدہ میں ایک اہم اجلاس منعقد کیا گیا۔ آپ نے اس اجلاس میں جو تقریر ارشاد فرمائی وہ اس ایمانی جراٴت کی آئینہ دار ہے جو خالصتہً اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی صاحب عزیمت کو حاصل ہوتی ہے۔ پڑھیئے اور ایمانی حرارت کی نعمت اس سے حاصل کیجئے۔ (ادارہ)

مولانا نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا۔

میں اپنے آپ کو کسی اعزاز و تکریم کے لائق نہیں سمجھتا اس لیے خواہ وہ کوئی بھی جگہ ہو۔ مجھے کسی ایسی تقریب سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے خصوصًا اعزاز و تکریم کی کسی مجلس کا اس ملک میں منعقد کیا جانا کہ میرا سارا روحانی اور معنوی وجود اسی کی دین ہے۔ اپنے مذہب، اپنی ثقافت اور اپنے افکار کے لیئے میں اُس کا ممنون ہوں اور کوئی بھی خوبی جو میرے اندر پائی جاتی ہے۔ اسی کا عطیہ ہے۔ ایسے ملک میں کوئی ایسی تقریب میرے لیے خاص طور پر بہت شرمندگی کا باعث ہے۔ دنیا کی کوئی بھی بھلائی جس سے میں واقف ہوں اس کا سرچشمہ یہی مبارک خطہ ہے جس سے ہزاروں اولوالعزم داعی اور مجاہد ساری دنیا کی طرف اور منجملہ اس کے ہمارے ملک ہند کی طرف بھی اسلام کا پیغام، توحید کی دعوت اور اصنام پرستی قوم پرستی غرض کے خدا کے سوا تمام پرستیوں کو چھوڑنے کی دعوت لیے ہوئے نکلے۔

اس غرض مقصد کی عظمت کا تقاضا تو کچھ اور ہے لیکن میں ذرا جسارت سے کام لیتے ہوئے چند باتیں آپ سے کہوں گا ہم ہندوستانی مسلمانوں میں سے اکثر کے آباؤ اجداد شجر و حجر کو پوجنے والے تھے۔ اللہ کے سوا ہر چیز کے سامنے سر جھکاتے تھے اپنی قومیت پر ان کو ناز تھا۔ اپنے ہیروں پر فخر کرتے اور شاید دنیا کے تمام مشرکین سے زیادہ فخر کا جذبہ ان میں پایا جاتا تھا۔ لیکن یہ اسلام کی دعوت تھی جس نے انکی ذہنیت کو اس درجہ بدل دیا کہ جن چیزوں کی عظمت پر فخر کیا کرتے تھے انھیں ناقابل ذکر سمجھنے لگے۔ اسلام کے جس عقیدے کو انہوں نے اپنایا اسے بڑی وفاداری اور امانت داری کے ساتھ ان کی ہر نسل نے دوسری نسل کو منتقل کرنے کا اہتمام کیا۔ اس راہ میں کوئی تکلیف اٹھانا پڑی تو وہ اٹھائی اور جو قربانی دینا پڑی، خوشی سے پیش کی۔ قربانیوں اور مشکلات کا سلسلہ ان کی ہمت اور ان کے عزائم پر بالکل اثر انداز نہیں ہوا۔ اس لیئے کہ وہ اسلام سے پہلے کی حالت کو اپنی موت کی حالت گردانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسلام نے ان کو نئے سرے سے زندگی بخشی ہے۔ ان کے دلوں میں اسلامی عقیدہ اس درجہ پختگی کے ساتھ جڑ پکڑ چکا تھا کہ انھیں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اس چیز میں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آئی اور کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اس چیز میں جو آپ کے ذریعہ نہیں آئی۔ ان کا دین اور دینی جذبہ ان پر اس قدر حاوی تھا کہ وہی ان کی قوت متحرکہ تھی۔ وہی انھیں کسی چیز سے روکنے والی اور کسی چیز پر آمادہ کرنے والی چیز تھی۔ وہی ان کو بٹھاتا اور اٹھاتا تھا۔ اور اس کے خلاف اس سے تصادم رکھنے والی کوئی بھی چیز ان کے سامنے آتی تو دنیا میں سب سے زیادہ قابل نفرت اور قابل اہانت ان کی نظر میں ہوتی۔

یہ ہے ہمارے آباؤ اجداد کا مختصر قصہ کہ وہ کیا کرتے تھے اور اسلام کے بعد کیا ہو گئے لیکن ایسی صورت رہی کہ جاہلیت سے ہماری کشمکش ختم ہونے کی نوبت اپنے وطن میں کبھی نہیں آئی۔ یہاں تک کہ اس وقت بھی ہم اس کشمکش سے فارغ نہیں ہیں۔ گویا ہم شروع سے آج تک اپنے ہی وطن میں اپنے ان بھائی بندوں سے برسر جنگ ہیں۔ جو اسلام کو کوئی وزن نہیں دینا چاہتے۔ یا عقیدہ کی بنا پر ہم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اور دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے وطن کے غیر مسلم ناموروں کی عظمت کا کلمہ پڑھیں۔ ان کے مآثر کو اپنی عزت کا نشان گردانیں اور ان کے علم و حکمت کے ورثہ پر فخر کریں۔ نیز اس معاملہ میں کوتاہی پر ہمیں ملامت سے سابقہ ہوتا ہے ان آباؤ اجداد کے حقوق سے روگردانی کے طعنے سننا پڑتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بڑے فلسفیانہ انداز اور علم و ادب کی اپیل کے ساتھ ہوتا ہے۔

لیکن ہم اس دعوت شرک سے لڑتے رہے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔ ہم عزم رکھتے ہیں کہ ان فلسفیانہ حملوں کے آگے سپر نہیں ڈالیں گے۔ توحید کی راہ میں اور اس دین کی عزت کی راہ میں قربانیاں دیتے رہیں گے زندگی کی ہر راحت اور ہر عزت کو اسلامی عقیدہ کی حفاظت میں پانی کی طرح بہائیں گے اور اسی پہ جیئں گے اور اسی پہ مریں گے۔ ہم اگر اپنے ملک کی جاہلی دعوت سے ساز باز کر لیتے تو آج جو صورت حال ہمیں درپیش ہے یہ نہ ہوتی۔ نہ کوئی پریشانی ہوتی اور نہ کسی بھی قسم کی قربانی ہوتی لیکن ہم نے نہیں کیا اور نہیں کریں گے۔

مگر ساری مشکلات کا مقابلہ کرنے کے باوجود اور تاریخ جسے محال بتاتی ہے اسے کر کے دکھاتے رہنے کے باوجود ایک مشکل کے آگے ہم بے بس ہو رہے ہیں۔ ایک پیچیدگی ہمارے سامنے آگئی ہے جس کے حل کرنے کی کوئی شکل نہیں بن رہی ہے۔ اور یہ ہے کہ ہمارے ہم وطن ہمارے ہم نسل، ہمارے ملک میں آج ہم سے کہہ رہے ہیں کہ اے ہندی مسلمانو، تمہیں اپنی جاہلی ملت کی طرف لوٹنے اور اس کا جھنڈا بلند کرنے میں کیا رکاوٹ ہے جب کہ ہم عربوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنی جاہلی ملت کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے جھنڈے کو سر بلند کرنے میں جی جان سے حصہ لے رہے ہیں۔ اسی جاہلی قومیت کے لیے عصبیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور اس کے مخالفین کے لیے اب عرب میں کوئی جگہ نہیں رہ گئی۔

حاضرین کرام! یہ جاہلی دعوت قومیت جس کو بعض عرب لے کر اٹھے ہیں اور جس سے نئی عرب نسل کا دماغ سرشار ہوتا جا رہا ہے۔ اس نے ہمارے لیے ایک ایسی مشکل پیدا کر دی ہے جس کا کوئی تجربہ ہمیں اپنی اس تحویل کش مکش میں آج تک نہیں ہوا تھا بڑی بڑی چالیں اپنے دین کے خلاف ہمارے سامنے آئیں لیکن یہ چال جو آج ہمارے مقابلے میں چلی جا رہی ہے۔ پچھلی تمام چالوں سے سختی اور پرکاری میں بڑھ گئی ہے۔ حتےٰ کہ اس سے جو ہم کو پریشانی ہے اس کے آگے ہم اپنی آج کی تمام دوسری پریشانیوں اور تکلیفوں کو بھول گئے ہیں۔

مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے صفائی سے کہہ دوں کہ ہم اگرچہ برابر اس کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اور آئندہ کے لیے بھی مصمم ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے وطن کے حقوق کو تسلیم کرنے اور اس کی تعمیر میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ مسلمان رہ کر زندہ رہیں گے، اپنے دین سے وفاداری رکھتے ہوئے زندہ رہیں گے اور کوئی چیز ہمارے اس عزم میں رخنہ نہیں ڈال سکتی۔ حتیٰ کہ اگر دنیا کل کی کل اسلام سے نکل جائے تو بھی انشاء اللہ ہمارے اس عزم میں فرق نہیں آئے گا۔ اگر ترک اپنی تورانی قومیت کی طرف لوٹ جائیں۔ اپنے دور جاہلیت کے طریقے اپنا لیں اور اس کے عقائد شعائر اور اسلاف کو سینے سے لگا لیں۔ ایرانی مسلمان اپنی ساسانی قومیت کی طرف لوٹ جائیں اپنے ساسانی اسلاف رستم و سہراب پر فخر کرنے لگیں، مصری اپنی فرعونیت کی طرف لوٹ پڑیں۔ اپنے قومی ہیروں کا کلمہ پڑھیں تو ہمیں انکی کوئی پروا نہیں۔ ہم نے اپنا مستقبل اور اپنا انجام کسی ملک اور کسی قوم کے ساتھ وابستہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے مستقبل اور ہمارے انجام کا رشتہ اللہ کے ارادے اور اس کے دین حق کے ساتھ وابستہ ہے۔

الغرض اگر ساری دنیا کفر کرنے لگے تو ہمارے لیے یہ کوئی دلیل نہیں اور ان میں سے کسی کی تقلید بھی ہمارے لیے جائز نہیں ہو سکتی اس لیے کہ ہم نے تو اللہ سے عہد کیا ہے کہ ہم اس کے دین پر قائم رہیں گے اور دانتوں سے اس دین کو پکڑے رہیں گے اور اللہ کی طرف سے ضمانت ہے کہ یہ دین باقی رہے گا اور امت کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا اس پر ہمیشہ قائم رہے گا۔

فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ (قرآن مجید)

پس اگر یہ لوگ اس کلمۂ حق سے کفر کرتے ہیں تو ہم نے ایسے لوگوں کے سپرد کر دیا ہے جو اس سے کبھی کفر کرنے والے نہیں۔

مگر ہاں! ہم قدرتی طور پر جزیرہ نمائے عرب کو اسلام کی اور اس دین کی پناہ گاہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور آرزو رکھتے ہیں۔ کہ عرب جس طرح شروع میں اس قافلہ کے سالار تھے آج بھی وہ اپنے اسی مقام پر ہوں کہ دنیا کو اسلام کی طرف کھینچ کر لائیں اور پورے عالم اسلام کے لیے ایک نمونہ اور قابل تقلید مثال بنیں۔

پس—

اے معززین عرب! اگر آپ ہماری کسی مدد سے دلچسپی رکھتے ہیں اور جس کش مکش سے دوچار ہیں۔ اس میں ہماری کامیابی کی آرزو رکھتے ہیں تو ہمیں آپ سے نہ مالی مدد چاہیئے نہ کسی بھی قسم کی مادی مدد۔ ہم بس ایک شے کے خواہاں ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنے دین میں سختی اور مضبوطی کی ایک مثال بنیں۔ اور جیسا کہ آپ سے قدرتی طور پر توقع کی جاتی ہے کہ اس ابدی دعوت حق کے علمبردار بن کر دنیا کے سامنے آئیں اور اس سرزمین پر اللہ کے سوا کسی رب اور اسلام کے سوا کسی دین و عقیدہ کی دعوت کو پہنچنے کا موقع نہ دیں۔ آپ نے اگر یہ فریضہ انجام دے دیا تو گویا ہماری بھرپور مدد آپ نے کر دی۔"

مولانا نے اس پر محبت خیر مقدم کے شکریہ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے ایک بار پھر اس ارض مقدس کے لیے اپنے دلی جذبات عظمت کا اظہار کیا جس کے ایک حصہ پر ان کے ساتھ اس محبت کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ اور اس کے احترام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص کو بھی اس کی عظمت کے ادراک و احساس کا کوئی ذرہ نصیب ہوا ہے۔ اس کے لیے تقاضائے ادب ہے کہ اس خاک پاک پر قدم رکھے تو سر جھکا ہوا ہو۔ عاجزی و انکساری کی ہیئت طاری ہو۔ نظر زمین بوس ہو اور زبان پر اللہ کے اس احسان کا اعتراف ہو کہ اس نے اس خاک سے ایسی ہستیاں اٹھائیں جنھوں نے اس کا اور وسیع انسانیت کا رشتہ اللہ سے جوڑا۔

بقیہ: یہ امت رسومات میں کھو گئی

ہے:- لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق مت کھاؤ۔

مزید برآں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مال میراث میں یتیموں کا حق بھی ہوتا ہے۔ جس کے متعلق یہ وعید آئی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ دوزخ کی آگ اپنے پیٹوں میں داخل کر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے خواہ کوئی مولوی ہو۔ پیر ہو یا کوئی رشتہ دار یتیم کا مال کھانے والے سب دوزخ میں جائیں گے

اسی طرح مسلمان بیاہ شادیوں میں بھی عموماً ہندوانہ رسومات پر عمل کرتے ہیں، سہرا گانہ، مہندی اور باجے گاجے وغیرہ یہ سب رسمیں ہندوانہ تمدن کا حصہ ہیں جو ہندی مسلمانوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں لی ہیں۔ اور اب اس قدر اہمیت اختیار کر گئی ہیں کہ دین کا جزو لاینفک سمجھی جانے لگی ہیں اور کوئی حق پرست اللہ کا بندہ ان سے باز رہنے کی تلقین کرے تو جھٹ اس پر وہابی کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے خواہ وہ سچا اور کھرا سُنی مسلمان ہو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو اپنے لئے باعث فخر ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔ اسی حقیقت حال کے پیش نظر حالی مرحوم کو کہنا پڑا تھا

برامت رسومات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

اور انگریزی تعلیم و تہذیب نے تو رہی سہی کسر پوری کر دی اور علامہ اقبال بھی پکار اٹھے

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو؟ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

محترم حضرات! غیروں کی رسومات اپنانے سے اللہ اور رسولؐ کے ہی نہیں ہم ملک و قوم کے بھی مجرم ٹھہرتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے اور قوم کی اقتصادی اور معاشی بدحالی کے اسباب کا سراغ لگایا ہے تو اس میں نوے فیصد حصہ ان رسومات و رواج کا ہوگا اور جس کی طرف میں اکثر توجہ مبذول کراتا رہتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ جس نے ہولی کے دن ہندوؤں کو ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے دیکھ کر پاس سے گزرتے ہوئے ایک گدھے پر پان تھوکا اور کہا "تجھے تو کسی نے نہیں رنگا۔ لے تجھے ہم رنگے دیتے ہیں" وفات کے بعد اس بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ ان کے تمام گناہ تو معاف ہو گئے لیکن زبان پر ایک سانپ متعین ہے اور وہ اسے ڈس رہا ہے اور یہ عذاب غیر قوم کے تہوار میں

استفتا

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بہشت سے کیوں نکالا اور مردود و رجیم کیوں فرمایا۔

نیز جو شخص کہے کہ سب سے بڑا موحد شیطان تھا اس کے متعلق شریعت اسلامی میں کیا حکم ہے۔

جواب:۔ شیطان نے حکم الٰہی کی توہین کی تھی کافر راندہ درگاہ ہوا۔ سورہ حجر رکوع ۳! قال لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال من حماٍ مسنون میں نہیں ہوں کہ سجدہ کر سکوں ایسے بشر کو جس کو آپ نے بجتی مٹی اور سڑے گارے سے پیدا کیا ہے۔ جو اس کو موحد سے وہ آیت کان من الکافرین کا منکر ہے اسلام سے خارج ہے۔

(۱) سوال، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نماز میں بالکل ہونٹ نہیں ہلاتا حالانکہ وہ منفرد ہے اور اس کو سورہ فاتحہ پڑھنی ہے۔

دوسرے الفاظ میں سورہ فاتحہ وغیرہ سے نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

۲۔ ہمارے علاقہ میں حیلۂ اسقاط کا کافی رواج ہے کیا کسی میت پر حیلہ اسقاط کے طور پر کچھ رقم تقسیم کر دینی بالکل ناجائز ہے یا چند شرائط کے ساتھ جائز بھی ہے۔

۳۔ کیا شادی کے وقت عورت کو ماں باپ کے گھر سے ڈولی میں بٹھا کر لے جانا جائز ہے جبکہ اس کے اٹھانے والے غیر محرم ہوں مثلاً نائی بھٹیارے وغیرہ۔

۴۔ ایک مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس ہوتا ہے زید نے نماز مغرب کے بعد کچھ نفل پڑھنے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے درس قرآن مجید کا کچھ حصہ لازمی طور پر رہ جاتا ہے۔

تو کیا نوافل کے لئے درس قرآن یا قرآن مجید کے لئے نوافل کونسی چیز چھوڑی جا سکتی ہے۔

۱۔ جواب:۔ قرأت فرض ہے اور قرأت الفاظ ادا کرنا ہو گی۔ الفاظ کا تصور قرأت نہیں بلکہ واضح یہ ہے کہ قرأت منفرد اور آہستہ نمازوں میں اس طرح ہو کہ انسان خود سن سکے۔

۲۔ یہ مروجہ صورت بہت سی خرابیوں پر مشتمل ہے ناجائز ہے اور اس کو ہر کس و ناکس کے لئے کرنا اور پھر ضروری کر کے کرنا بدعت ہے رسالہ الافساط فی حکم الافساط میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں

(۳) جائز ہے۔ حضور کے زمانہ میں محمل کو نامحرم اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے۔

(۴) درس قرآن کا وقت مقرر ہے اس کو نفل علیحدہ دور جگہ پڑھنے چاہئیں۔ دونوں کا فائدہ الگ الگ ہے نوافل بعد میں پڑھ لیں تو دونوں فائدہ حاصل ہوں۔ گو علم دین حاصل کرنا نفل سے افضل ہے۔

تجارت میں اسلامی اقدار

قاری عبدالمجید بھاکری خطیب جامع مسجد ادمنی نیب سرو روڈ لاہور

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ؕ
بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ؕ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو تو مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں۔

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ؕ

اور جو شخص ایسا ممنوع کام کرے گا اس طور پر کہ حد شرع سے گزر جاوے اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اس کو آگ میں داخل کر دیں گے۔ اور یہ امر خدا تعالیٰ کو آسان ہے۔ پانچویں پارے کی ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومن کی جان اور مال کی حرمت اور حفاظت کا حکم دیا اور تجارت کو حلال رزق کا ذریعہ فرمایا ہے

آیت کریمہ میں مال غیر کو کھانے کی ممانعت سے صرف کھانا ہی مراد نہیں بلکہ ہر طرح استعمال کرنا اور اس میں اپنا تصرف

کے ڈرنے سے غافل اور لاپرواہ نہ ہو جائے۔

اور جس تجارت نے انسان کو اپنے معبودِ حقیقی اور محسنِ ازلی اور منزلِ مقصود سے بے بہرہ کر دیا وہ قابلِ نفرت اور مذموم ابدی ہے۔

سورہ نور کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ہ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ہ

لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ہ

ترجمہ وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ان میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔

انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا۔

نبی کریمؐ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ عین اسی وقت اناج کا ایک قافلہ مدینے پہنچا۔

بعض نومسلم صحابہ جو قریب العہد بالاسلام تھے اٹھ کر قافلہ کی طرف متوجہ ہو گئے تو حق تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا کہ رزق کا دینا نہ دینا یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ رزق کے بسط و قبض کا مالک میں ہوں۔ تم نے مسبب الاسباب اور مالک مطلق سے نظر اٹھا کر ظاہری اسباب پر کیوں توجہ کی۔

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں۔ تو اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھرے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ جو چیز خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانیوالا ہے۔

تجارت کے متعلق ان معروضات کی غرض صرف اتنی ہے کہ تجارت منجملہ اسباب دنیویہ میں سے ایک سبب ہے۔ جس سے حلال رزق کے حصول میں روشنی لی جا سکتی ہے اور اکل حلال و صدق مقال یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے ایک انسان مومن کی زندگی گزار سکتا ہے۔ وہ علماء کرام و صوفیاء عظام ہر لا زال انوار اللہ تعالیٰ نازلۃ علیٰ قبورھم جنہوں نے اپنے حلقہ تلامذہ و مریدین میں انتہائی شدت سے اس پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حلال کھانے کی برکات و کیفیات سے وہ حضرات واقف تھے۔

کیونکہ حلال انسان کے دل اور جوارح کو اللہ کی یاد اور عبادات کی طرف راغب

رد فرماتے ہوئے کہا۔ محمود مجھے خطرہ ہے کہیں یہ (مشتبہ اور مشکوک مال) میرے دل کو زنگ آلود نہ کردے؟ قرآن مجید کے اٹھارویں پارے میں فرمایا یٰٓاَیُّہَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔

اے پیغمبرو! نفیس یعنی حلال کھاؤ اور عمل صالح سے پہلے اکل حلال کا حکم دیا اور حلال کھانا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تجارت ہے لہذا تجارت کا حکم مقدم ہوا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ حلال رزق اور کوئی نہیں۔ چنانچہ ہم انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی فہرست میں دیکھتے ہیں۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بُن کر اور حضرت سلیمان علیہ السلام بوریئے بن کر گزر اوقات فرماتے تھے اور خود نبی آخر الزمان علیہ السلام نے تجارت کے سلسلے میں کئی ممالک کا سفر کیا۔

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب طرح طرح کی خرید و فروخت کرتے۔ مثلاً اس اونٹنی کا حمل بچہ ... وہ میں اتنی قیمت سے

لازمی جز ہے۔ قرآن حکیم کے تیسرے پارے میں حق تعالے نے جانبین کے حقوق کی حفاظت کے لئے ازراہ شفقت حکم دیا کہ ادھار کو ایک مدت معینہ کے لئے بطور دستاویز لکھ دیا جائے اور ہر وعدہ موعودہ کو پورا کرنے کے لئے جابجا حکم دیا اور وعدہ خلافی کی سزا سے مطلع فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص، جاکر ایسے کام میں مصروف ہوئے کہ حضور کا وہاں کھڑا کرنا بھول گئے۔ تین دن بعد اتفاق سے اس راستہ سے گزر ہوا تو رحمت دو عالم نے فرمایا بھائی میں ابھی تک تمہارے وعدے کے انتظار میں یہیں موجود ہوں۔

کیل اور وزن یعنی ناپ اور تول تجارت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلام نے انہیں اپنی مقدار پر پورا رکھنے کے لئے بارہا حکم دیا اور جن قوموں کا شعار کم دینا اور زیادہ لینا تھا ان کی تباہی اور بربادی کے ابواب ہمارے سامنے مختلف انداز میں کھول کر وضاحت سے بیان کئے تاکہ ہم عبرت حاصل کر سکیں۔

قوم مدین ان ہی بد اعمالیوں سے

مجھے اسکی قیمت کم لگانی یاد نہیں رہی

آپ نے شہر بھر میں منادی کرا دی کہ فلاں دن ایک خریدار کم قیمت والا کپڑا پوری قیمت پر لے گیا تھا وہ آکر بقیہ قیمت وصول کرلے۔ مگر وہ گاہک لوٹ کر نہ آیا۔ آپ نے اس دن کی تمام بکری علیحدہ رکھی اور اپنے مال میں شامل نہ کی۔ اس لئے کہ اس میں چند پیسے ایسے شامل ہوگئے تھے جو شرعاً آپنے جائز نہ تھے اور یہ سب کچھ امام اعظمؒ نے اسلئے کیا کہ ان کے دل کی نورانیت حرام اور مشتبہ مال کے نتائج سے واقف تھی

تجارت میں یہ بھی ضروری ہے کہ لین دین کرنے والے خوش خلقی اور نرمی اختیار کریں۔

جو تاجر کسی کی ناواقفی اور سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے ایک کامیاب اور با ایمان تاجر کے لئے دیانت ایمانداری صداقت، ایفاء عہد، ضبط اور بلند ہمتی کے سوا چارہ نہیں۔

رب تعالےٰ ہمیں اپنی تجارت میں

بچوں کے لیے

احسان

محمد اکرام الحق بی اے

احسان بھی ایک ایسا نیک جذبہ ہے جس کی وجہ سے اس پُر فتن دنیا میں ہر جاندار سکھ کا سانس لے سکتا ہے ہر شخص کو احسان و مروت اپنا شعار بنانا چاہیے

عزیز بچو! احسان کا مطلب ہے ایک دوسرے کے ساتھ معاوضہ کا خیال کیے بغیر نیکی کرنا، احسان کے مفہوم میں لطف و کرم، شفقت و مہربانی شامل ہیں۔

احسان کی خوبیاں اور برکتیں صریح اور اظہر من الشمس ہیں۔ باہمی الفت بڑھانے کے لیے احسان و مروت نہایت ہی مؤثر ثابت ہوتی ہے یہ ایک ایسی قابل تحسین صفت ہے جس سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں اور اس کے جاری نہ رہنے سے قریبی رشتہ داروں کی فطری محبت میں بھی کمی آجاتی ہے۔

ہمارا رحمان و رحیم خدا احسان کا سرچشمہ ہے۔ مخلوق پر اس کے احسانات بے پایاں ہیں۔ عرش سے فرش تک اس فضائے بسیط میں جو کچھ ہے وہ اسی کے احسانات کی جلوہ نمائی ہے خدا کی رحمت اور اس کے احسان و انعام کی تفصیلات سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ اللہ ربّ العزت سورۂ ابراہیم میں فرماتے ہیں: ق اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا — (اور اگر اللہ کے احسان گنو تو اُن کو پورا نہ گن سکو گے) مخلوق پر خدا کا احسان یہ ہے کہ وہ اس کی ہر بڑی سے بڑی لغزش کو برداشت کرتا ہے خواہ کوئی اس کے حکم سے روگردانی کرے وہ اس پر انعام و اکرام کی بارش کرتا ہے کوئی خود ساختہ معبودوں سے مرادیں مانگے وہ ہر حالت میں ان کی مرادیں بر لاتا ہے خدا کا دعویٰ ہے کہ میں وحدہٗ لاشریک ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے سوا کسی اور کو سجدہ جائز نہیں لیکن اس کے باوجود لوگ شرک کرتے ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور اس کی صفات میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ قبور پر جبہ سائی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پھر بھی ان سے درگذر فرماتے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحم دل، شفیق اور مہربان تھے۔ آپ کے احسان و مروت کی تعریف حق تعالیٰ شانہٗ قرآن عزیز میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"(لوگو!) تمھارے پاس تمھیں میں سے ایک رسول آئے ہیں۔ تمھاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ تمھاری خیرخواہی کا دم بھرتے ہیں۔ ایمان والوں پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔" (التوبۃ ۱۲۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم اس کے ساتھ بھی نیکی کرو جو تمھارا جانی دشمن ہے۔

آپؐ نے اس ارشادِ مبارک کو عملی جامہ پہنا کر دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ کو اس قدر اندوہناک اذیتیں پہنچائی گئیں جن کے تصور سے روح متزلزل ہو جاتی ہے لیکن آپؐ نے کمال صبر و استقلال کا ثبوت دیا۔ آپؐ پر پتھروں کی بارش ہو رہی ہے۔ جسدِ اطہر لہو لہان ہے۔ ایک اصحابی عرض کرتے ہیں۔ یا رسول صلعم اللہ! ان کے لیے بد دعا کیجیے لیکن خلق مجسم رحمۃ اللعالمین جواب دیتے ہیں "میں دنیا میں رحمت بن کر آیا ہوں، اللہ ان کو ہدایت دے۔ میں ان کے لیے بددعا نہیں کر سکتا"

مکہ فتح ہو چکا ہے۔ دشمنان دین سامنے دست بستہ کھڑے ہیں۔ وہ اپنے ماضی کو یاد کرکے زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں ان کی آنکھیں ہیبت کی وجہ سے زمین پر ٹکی ہوئی ہیں۔ ان میں وہ ہندہ بھی ہے جس نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا۔ ابوسفیان جیسا جانی دشمن بھی جو مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا (اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے)۔ آپؐ کا ایک ہی اشارہ ان کے سر ان کے جسموں سے علیحدہ کر سکتا تھا لیکن اس عظیم المرتبت انسان کی انسانیت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ظلم کا بدلہ لیا جائے۔ برائی کا بدلہ برائی جماعت کا قانون تو ہو سکتا ہے لیکن افراد کا اخلاقی کمال عفو و درگزر میں پوشیدہ ہے۔ قصور واروں کے قصور معاف کر دینا اور بدترین دشمنوں سے طاقت رکھتے ہوئے بدلہ نہ لینا ہی حقیقی انسانیت ہے۔ چنانچہ فخر انسانیت رحمۃ اللعالمین ان سب کو معاف ہی نہیں فرماتے بلکہ ابوسفیان (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) کی بڑی عزت افزائی اور دلجوئی کرتے ہیں۔

آپؐ کے اس احسان نے اسلام کی ترقی کے لیے نئی راہیں کھول دیں اور اسلام لانے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی کفارِ مکہ کے دلوں پر اس کا بڑا اچھا اثر ہوا انھوں نے اپنی گذشتہ غلطیوں پر بے انتہا ندامت محسوس کی اور بھاگ بھاگ کر حضورؐ نبی کریم صلی اللہ وسلم کی بیعت کرنے لگے۔

ع

نہ احسان ضائع کبھی جائے گا
جو نیکی کرے گا وہ پھل پائے گا

محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی رحمت و شفقت کا نمونہ ہے۔ آپؐ نے بدترین دشمنوں پر بھی رحم کیا اور قدرت کے باوجود ان سے انتقام نہیں لیا۔

اللہ جل جلالہٗ مومنوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ احسان کریں۔ سورۂ قصص میں آتا ہے وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ "تو احسان کر جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا" اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور دنیا میں امن و امان قائم رکھنا چاہتا ہے، اس لیے احسان و مروت، حسن سلوک، عفو و درگزر شفقت و مہربانی اور لطف و کرم کی تلقین کرتا ہے۔ سورۂ نحل میں خدائے ذوالجلال فرماتا ہے "اللہ انصاف اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے" حدیث شریف میں آتا ہے کہ رزق میں فراوانی اور درازئ عمر رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے سے حاصل ہوتی ہے (حدیث) حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا جس شخص کو وسعت رزق اور درازئ عمر مسرت انگیز معلوم ہوتی ہو وہ برادری کے ساتھ احسان (نیکی) کرے۔ سورۂ النور میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں "اور تم میں جو احسان اور کشائش والے ہیں۔ وہ قرابت داروں، غریبوں، اور خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ ان کو چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور یجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء